بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی

افکارِ رضا

ممبئی

" امام احمد رضا کسی نئے مذہب کے موجد نہیں تھے جیسا کہ ان کے دشمن پرچار کرتے پھر رہے ہیں۔ ان کا مشن تھا قرآن و حدیث کی ایسی تفسیر و تشریح جیسی کہ امام اعظم ابو حنیفہ سے لے کر محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز تک کے سلف صالحین نے فرمائی۔ امام احمد رضا نے ان عناصر کے خلاف جہاد فرمایا۔ جنھوں نے کلام اللہ اور سنت رسول اللہ کی غلط ترجمانی کرکے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ امام احمد رضا کا عشق رسول آج ضرب المثل بنا ہوا ہے اور دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن ہے۔ امام احمد رضا ہمارے زمانے میں سنیت کی کسوٹی ہیں۔ "

سید آل رسول حسنین برکاتی

تحریکِ فکرِ رضا ۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ ممبئی ۴۰۰۰۰۸

سہ ماہی
افکارِ رضا
ممبئی

جلد ۲ اکتوبر تا دسمبر ۹۶ء (۶) جمادی الاوّل تا رجب المرجب ۱۴۱۷ھ شمارہ ۴

فہرست

Correspondence Address :

167, DIMTIMKAR ROAD, NAGPADA, MUMBAI - 400 008, INDIA.

اداریہ | اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا | محمد زبیر قادری

"قیامِ خلافت سے پہلے مسلمان تو ہو جاؤ"

حال ہی میں طالبان نامی تنظیم نے افغانستان کی حکومت پر قبضہ کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا ہے۔ اس واقعہ نے ساری دنیا میں جہاد کا نعرہ لگانے والی تنظیموں میں بوکھلاہٹ اور ہلچل مچادی ہے۔ چونکہ برسا برس سے یہ تنظیمیں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے زور آزمائی کر رہی ہیں (جسے جہاد کا نام دیا جارہا ہے) اس کے باوجود یہ ابھی تک ناکام ہیں۔ بطور خاص برصغیر میں مودودی جماعت (جماعت اسلامی، ایس آئی او، ایس آئی ایم، جمیعت طلبائے اسلام وغیرہ) بظاہر جس کا نصب العین ہی زمین پر اللہ کی حکومت کا قیام ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ طالبان نے مختصر سے عرصہ میں اپنی خلافت قائم کر لی ہے اور اسلامی احکامات نافذ کئے جارہے ہیں تب سے مودودی جماعت کے نام نہاد مجاہدین بھی خلافت کے لئے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتے نظر آرہے ہیں۔ ایس آئی ایم کا سمپوزیم بعنوان "نیشنلزم یا خلافت"۔ تین روزہ کانفرنس بعنوان "احیائے خلافت کانفرنس" اور عشرہ برائے "ملت بیداری مہم" اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں حالانکہ انھیں چاہیے تو یہ تھا کہ خود طالبان کے مجاہدین کے ساتھ مل کر ایک مضبوط اور مستحکم اسلامی حکومت کے قیام میں مدد کرتے مگر یہ لوگ طالبان کے پیچھے امریکی پشت پناہی کا بہانہ بنا کر اپنی ہی خلافت کے لئے جدوجہد کرتے نظر آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی نام نہاد دانشوران قوم اور منکرین اسلام بھی طالبان کے ہر عمل کو جو اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے لاگو کیا جارہا ہے جہالت اور پسماندگی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ افسوس ہے ان عقلوں پر جن کے نزدیک اسلام پر عمل کرنا جہالت اور پسماندگی ٹھہرے۔

اصل میں جماعت اسلامی، اخوان المسلمین وغیرہ بے شمار تنظیمیں مسلم نوجوانوں کو ورغلا کر گمراہ کر رہی ہیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور نئی نسل مغربی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر وہ چیز بہت جلد قبول کر لیتی ہے جو مغربی سانچے میں ڈھلی ہو۔ اس لئے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام کی تشریح بھی مغربی طریقہ پر کی جاتی ہے۔ سائنس کے ذریعے اسلام کی حقانیت کو سمجھایا جاتا ہے۔ ایسا اسلام پیش کیا جاتا ہے جو مغربی سوسائٹی میں بھی قابل قبول ہو اور اسلام کو بھی کمیونزم، سوشلزم کی طرح کسی نظریے کی طرح برتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان حدیث رسول ﷺ سناتے وقت تو بڑا فخر محسوس کرتے ہیں لیکن اس پر عمل کرنا جہالت اور فرسودگی سمجھتے ہیں۔ کیا ہم اپنے پیغمبر برحق ﷺ کی سنتوں کو صرف اس لیے ترک کر دیں کہ مخالفین اسے فرسودگی اور جہالت کہتے ہیں؟ اگر یہی کرنا ہے تو غیروں کا مذہب کیوں نہیں اپنا لیتے؟۔۔۔۔ ایسے افراد اگر اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو تصور کیجئے کہ وہ حکومت کس طرح کی ہو گی؟ نام تو اسلام کا ہو گا لیکن ایمان سے خالی۔ ایسی نام نہاد "اسلامی" حکومت سے کیا اسلام کی ترویج واشاعت ہو گی یا اسلام کو دھانے

میں مدد ملے گی۔"

جس طرح ساری دنیا میں مسلک اہل سنت و جماعت کے ماننے والوں کی اکثریت ہے اسی طرح افغانستان میں بھی اہل سنت اکثریت میں ہیں۔ افغانی فقہ حنفی پر عمل پیرا اور طریقت میں مجددی نقشبندی سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ لیکن طالبان کی اکثریت "دیوبندی مکتب فکر" کے مدارس اور مساجد سے فارغ ہیں ساتھ ہی دیوبندی ٹولہ تمام یہودی اور سعودی وسائل کے ساتھ ان کی مدد کر رہا ہے اور "وہابی حکومت" کے قیام کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس لئے وہ ہماری نظروں میں بھی مشکوک ہیں۔ اور طالبان کی حمایت تو نہیں کرتے البتہ نام نہاد اسلامی جماعتوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ پہلے وہ اسلام میں پورے پورے داخل تو ہو جائیں پھر اسلامی حکومت کے قیام کا خواب دیکھیں اور تمام عالم کے سنیوں کو بیدار کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے احکامات پر عمل پیرا ہوں اور مصطفیٰ ﷺ کے نظام کو عملاً اپنی زندگیوں میں نافذ کر لیں۔ اور عہد حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے گامزن رہیں۔ تمام باطل قوتوں، فرقوں اور نظاموں کے لئے کلک رضا ہی واحد ہتھیار ہے جس سے دشمنان دین اور گستاخان رسول ﷺ کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے فکر رضا کو سمجھیں اس پر عمل پیرا ہوں اور اس کو عام کریں۔

اخبار رضا

O امام احمد رضا اکیڈمی۔ ۱۹۷۔۱۹۶، انگلش گنج۔ قلعہ۔ بریلی۔ یوپی نے "دعوت میت"۔ "حقوق والدین"۔ "سچی حکایتیں" دو حصے اور "پنج سورہ رضویہ" (امام احمد رضا کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ) ہندی زبان میں شائع کر دیے ہیں۔ O سنی یوتھ فیڈریشن ۷،۱۶، ڈمٹمر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸، نے پروفیسر مسعود احمد کی تصنیف "نئی نئی باتیں" کا انگریزی ترجمہ "Novelties" شائع کیا ہے۔ چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح علامہ ارشد القادری کی مایہ ناز تصنیف "تبلیغی جماعت" کا انگریزی ترجمہ شائع کیا ہے۔ جسے ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔ O تحریک فکر رضا ممبئی نے "بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں" مصنف نوشاد عالم چشتی شائع کر دی ہے۔ دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ O عالمی دعوت اسلامیہ لاہور پاکستان نے امام احمد المقری التلمسانی کی تصنیف "فتح المتعال فی مدح النعال" (مترجم مفتی محمد خان قادری۔ علامہ محمد عباس رضوی) کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ O رضا اکیڈمی ممبئی کی شائع کردہ "مولانا نقی علی بریلوی" مولف:۔ مولانا شہاب الدین رضوی پاکستان میں عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دی ہے۔ O "پیغام رضا" کا مفتی اعظم نمبر عن قریب منظر عام پر آ رہا ہے جس میں پچاس سے زائد علماء و محققین حضرات کے تحقیقی

مقالے شائع ہونگے۔ یہ نمبر حضور مفتی اعظم کی حیات پر مینارہ نور ثابت ہوگا۔ رابطہ کیجئے۔ فاروقیہ بک ڈپو۔ مٹیا محل، دہلی نمبر ٦۔ O رضا اکیڈمی ممبئی کے تعاون سے عن قریب الرضا انٹرنیشنل کیسٹ کا اجراء ہونے جارہا ہے یہ کیسٹ ہر ماہ جاری ہوگی۔ جس میں تلاوت مع ترجمہ قرآن، مہینے کے فضائل و مناقب، واقعات و حکایات اور عالم اسلام اور دنیائے سنیت کی خبریں ہوں گی سالانہ ممبر شپ فیس ٣٠٠ روپئے۔ ملنے کا پتہ:۔ ٢٦، کامبکر اسٹریٹ، ممبئی ٣۔ O رضا ریسرچ کونسل بلاک ١٦، ڈیرہ غازی خاں (پاکستان) نے "امام احمد رضا اور میڈیکل سائنس" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جسے ڈاکٹر محمد مالک ایم بی بی ایس (پنجاب) نے مرتب کیا۔ اس رسالہ میں جدید امبریالوجی، الٹرا ساؤنڈ مشین، جزام، طاعون اور اعلیٰ حضرت کے فنی نظریات کو پیش کیا گیا ہے۔ O مرکزی مجلس رضا لاہور نے جہان رضا اگست ٩٦ کے شمارے میں ایک کتاب "مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی" مفت تقسیم کی ہے۔ O شاہ آل رسول سید حسنین میاں نظمی مارہروی نے قرآن شریف کی انگریزی تفسیر مرتب کی ہے اس تفسیر کی پہلی جلد جس میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ ہے شائع ہوگئی ہے۔ حاصل کرنے کا پتہ۔ تحریک فکر رضا ٧/١٦، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔٨۔ ہدیہ ٢٠٠ روپئے۔ O سعید احمد صاحب انچارج ہندو کالج۔ کرناٹک "احمد رضا کی شخصیت اور کارنامے" عنوان سے کولہار یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ O مشتاق احمد شاہ جامعہ ازہر مصر سے بعنوان "الامام احمد رضا خان واثرہ فی الفقہ الحنفی" ایم فل کا مقالہ تیار کر رہے ہیں۔ O مولانا منظور احمد سعید، کراچی یونیورسٹی پاکستان سے "مولانا احمد رضا کی خدمات علوم حدیث کا تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ O فیض الحسن فیضی۔ پشاور یونیورسٹی پاکستان سے ایم فل کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ عنوان ہے "امام احمد رضا کی عربی خدمات"۔ O ڈاکٹر اوشا سانیال کا امام احمد رضا پر پی ایچ ڈی کا مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی امریکہ سے شائع ہوگیا ہے۔ O ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی نے اعلیٰ حضرت پر سب سے پہلے پی ایچ ڈی کرنے والے فاضل، ڈاکٹر حسن رضا (پٹنہ) کو، امام احمد رضا گولڈ میڈل ١٩٩٦ء پیش کیا ہے۔ O علامہ فیض احمد اویسی کی مرتب کردہ "شرح حدائق بخشش" کی پانچویں جلد رضا دار الاشاعت لاہور نے شائع کردی ہے۔ O ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی مبارکپوری، حدائق بخشش کا تصحیح شدہ نسخہ رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع کرا رہے ہیں۔ جو مختلف نسخوں سے مطابقت کرکے موصوف نے تیار کیا ہے O مولانا عبدالستار ہمدانی رضوی (پوربندر۔ گجرات) کی کوششوں سے کیرالا اسٹیٹ میں۔ "امام احمد رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے ایک ادارہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ O المجمع الاسلامی مبارکپور اور رضا اکیڈمی ممبئی کے شرکت و تعاون سے "المعتقد المنتقد"۔ حاشیہ امام احمد رضا (عربی) اور "الکشف شافیا" (عربی) کمپیوٹر ٹائپ سے عن قریب شائع ہونے والی ہے۔ O ادارہ استقامت۔ ٨٨/٢٢٣۔ ریل بازار۔ کانپور۔ یوپی نے ماہنامہ "استقامت" کا "تحفظ عقائد نمبر" شائع کر

دیا ہے۔ ○ سنی دعوت اسلامی کا سالانہ "سنی اجتماع" وادی نور۔ آزاد میدان۔ ممبئی میں ۳۰ نومبر صبح دس بجے سے یکم دسمبر ۹۶ نماز عشاء تک ہونے جارہا ہے۔ جس میں ہندوستان کے تمام صوبوں کے علاوہ برطانیہ، امریکہ، افریقہ وغیرہ سے بھی کثیر تعداد میں لوگ شرکت کر رہے ہیں۔ ○ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے امام احمد رضا بریلوی کے رسائل۔ ۱۔ اسماع الاربعین ۲۔ اہمیت زکوٰۃ ۳۔ دعوت میت ۴۔ فوائد صدقات کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو رضا اکیڈمی۔ برطانیہ سے شائع ہو گئے ہیں۔ ہندوستان میں ان کتابوں کو شائع کرنے کے خواہش مند حضرات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ ۱۰۴، جسولی، بریلی شریف سے رابطہ قائم کریں۔ ○ سید اولاد رسول قدسی مصباحی کا نعتیہ دیوان "گل ولالہ" شائع ہو گیا ہے۔ ہدیہ ۵۰ روپے ساتھ ہی قدسی صاحب کی تصنیف "حیات مفتی اعظم اڑیسہ" (قسط اول) شائع ہو گئی۔ ہدیہ ۲۰ روپے۔ غوثیہ مسجد۔ عبدالغفور خان اسٹریٹ، آگرہ روڈ، کرلا ممبئی۔ ۷۰ سے حاصل کریں۔

دنیائے اسلام کا سب سے بڑا سنتوں بھرا روح پرور اجتماع

سنتیں عام کریں دین کا ہم کام کریں — نیک ہو جائیں مسلمان مدینے والے

سرزمین اولیاء ملتان۔ پاکستان میں دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع ۱۶، ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی کہ اس اجتماع میں ہندوستان سے شرکت کرنے والوں کے لئے سفارتی سطح پر کوششیں کی جارہی ہیں۔ میں نے بھی اپنی پاسپورٹ کاپی بھجوادی۔ لیکن شاید خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ خیر اجتماع میں شرکت سے تو محروم رہا البتہ ہندوستان سے گئے ہوئے ساتھیوں کی زبانی اور پاکستانی اخباروں کی ترجمانی سے میں تصور ہی تصور میں اجتماع میں پہونچ گیا۔

ملتان شریف جہاں پر اجتماع کا اہتمام کیا گیا تھا۔ وہاں لاکھوں افراد کی سہولیات کے لیے وسیع و عریض انتظامات کیے گئے تھے۔ شرکائے اجتماع کے لئے کھانے پینے اور ضروریات زندگی کی اشیاء کے لیے سینکڑوں اسٹال لگے تھے۔ جہاں کم قیمت پر اشیاء فروخت کی جارہی تھیں۔ بجلی۔ پانی۔ گاڑیوں کی پارکنگ۔ ٹیلی فون۔ فیکس۔ ٹیلکس وغیرہ ہر طرح کی سہولیات مہیا تھیں۔ دعوت اسلامی کے اس اجتماع میں سارے پاکستان سے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ پاکستان کے علاوہ ہندوستان۔ دوبئی۔ فلپائن ساؤتھ افریقہ۔ امریکہ۔ برطانیہ۔ چین۔ جاپان۔ ہالینڈ۔ فرانس۔ اسپین۔ روس۔ مشرق وسطی اور دنیا کے دیگر کئی ممالک سے کثیر تعداد میں لوگوں اور علماء کرام نے شرکت کی۔ ہندوستانی وفد حضرت علامہ مفتی عبدالحلیم صاحب رضوی (نگران دعوت اسلامی۔ ہند) کی سرپرستی میں شریک تھا۔ اجتماع میں روزانہ مختلف نشستوں میں علماء کرام۔ مشائخ عظام اور مبلغین دعوت اسلامی کے بیانات ہوئے۔ جس میں اصلاحی بیانات۔ روزمرہ کے دینی مسائل۔ دعائیں اور سنتیں لوگوں کو

سکھائی گئیں۔ ۱۷ اکتوبر بعد نماز مغرب امیر دعوت اسلامی مولانا محمد الیاس قادری کا بیان ہوا۔ اجتماع کے آخری روز یعنی جمعہ ۱۸ اکتوبر کو بعد نماز جمعہ اسلامی بہنوں کے لیے پردہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اور بعد نماز عصر امیر دعوت اسلامی کا خصوصی بیان ہوا۔ جبکہ دعوت اسلامی کے عالمی مرکز فیضان مدینہ (کراچی) میں آخری روز کے بیانات ریلے کیے گئے۔ اجتماع میں اردو۔ عربی۔ فارسی۔ انگریزی۔ روسی۔ پشتو۔ سندھی پنجابی۔ سرائیکی اور دیگر کئی زبانوں میں بیانات ہوئے۔ اخبارات کی اطلاع کے مطابق پہلے ہی روز ۲۰ لاکھ کا مجمع تھا۔ صحافیوں کے ایک پینل نے بھی شرکت کی جن کے مطابق آخری روز ۳۰ لاکھ سے زائد کا مجمع تھا۔ ذکر و دعا کے بعد یہ روح پرور اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

دعوت اسلامی نے ۱۴۰۱ ہجری (۱۹۸۱ء) میں حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری (خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی قیادت میں اپنے متبرک مشن کا آغاز کیا۔ اور نہایت ہی مختصر سے عرصہ میں آج اس کے اثرات سارے عالم میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ دعوت اسلامی کا ماحول براہ راست فرد کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی چاہے کیسی ہی فطرت کا ہو وہ دعوت اسلامی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دعوت اسلامی وقت کا تقاضہ بھی ہے جس کی وجہ سے اس کی پذیرائی ہونا لازمی امر ہے۔

مسلک اہل سنت و جماعت کا کارواں بخیر و خوبی رواں دواں تھا کہ اسلام دشمن عناصر نے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے اور صراط مستقیم سے بھٹکانے کے لیے نئے نئے گمراہ کن عقائد والی جماعتوں کو پروان چڑھانا شروع کیا۔ جن کے فریب میں آکر بھولے بھالے اور کم علم مسلمان صراط مستقیم سے ہٹنے لگے۔ چونکہ ان گمراہ جماعتوں کے پس پشت یہود و نصرانی ذہن اور سرمایہ کار فرما تھا۔ اس لیے ان کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہونے لگا۔ ان باطل جماعتوں کا سب سے بڑا ہتھیار پروپیگنڈہ یعنی جھوٹی اور من گھڑت باتوں کو پھیلانا ہے۔ گمراہ کن افکار و نظریات اور جماعت کو پھیلانے کے لیے پروپیگنڈہ کا بھرپور سہارا لیا گیا۔ "ہم کسی کو برا نہیں کہتے" کہنے والوں نے مسلک اہل سنت اور امام اہل سنت امام احمد رضا کو اس قدر بدنام کیا کہ کچھ عرصہ قبل تک اچھے اچھے پڑھے لکھے اور باشعور افراد بھی امام احمد رضا کو "بریلوی فرقہ کا بانی" بدعات اور قبر پرستی کو فروغ دینے والا وغیرہ سمجھتے تھے۔ تحفظ مسلک اہل سنت اور اشاعت سنیت کے لئے جہاں رضا اکیڈمی۔ مرکزی مجلس رضا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ سنی رضوی سوسائٹی وغیرہ بے شمار تنظیموں نے مختلف خطوط پر بہترین کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہیں دعوت اسلامی نے سادہ لوح مسلمانوں کو بد عقیدہ جماعتوں کے دام فریب سے بچا کر مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے دامن کرم سے وابستہ کر دیا۔ آج دعوت اسلامی سے وابستہ افراد نے فرائض کی پابندی کے ساتھ پیارے آقا سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کو بھی اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے دعوت اسلامی سے دین و سنیت کی بہترین خدمت لے اس تحریک کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے میں غیب سے مدد فرمائے اور اسے ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم و دائم رکھ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام احمد رضا اور فکرِ نماز

از: مولانا محمد شاکر نوری۔ امیر سنّی دعوتِ اسلامی

آج روئے زمین کی ایک ایسی عبقری شخصیت کی زندگی کے ایک گوشے پر روشنی ڈالنے کے لئے قلم اٹھا رہا ہوں جسے دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ یقیناً اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ہر عمل اعلیٰ تھا اور مسلمانانِ عالم کیلئے مشعل راہ۔ یوں تو اعلیٰ حضرت کے مختلف کمالات پر علماء ذوی الاحترام اور دانشورانِ اسلام نے قلم اٹھائے ہیں اور رہتی دنیا تک ان کے کارناموں اور کمالات پر لکھا، پڑھا اور سنا جاتا رہے گا۔ لیکن آج اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ایک عظیم گوشے پر کچھ الفاظ قلم بند کرکے ایک سچے عاشقِ رسول اور ایک عظیم داعیٔ دین کے غلاموں میں اپنا نام شامل کرواکر توشۂ آخرت تیار کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ عزوجل مجھ سیاہ کار کیلئے اس توشہ کو نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

اعلیٰ حضرت نے اپنے جملہ افکار کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا پابند بنا دیا تھا۔ وہ جو بھی عمل سوچتے تھے رضائے رسول کے دائرے ہی میں سوچا کرتے، کہیں سے بھی اور کسی عمل سے بھی اگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا معاملہ پیدا ہو جائے تو امام احمد رضا کسی طرح اسے گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ صرف یہ کہ اللہ اور اس کا پیارا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنی زندگی کی ہر ایک ادا کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کیلئے وقف کر دیا تھا بلکہ رضائے رسول اور دیدارِ حبیب کیلئے جان بھی قربان کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتے۔

جان دید و وعدۂ دیدار ہو   نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

وہ صرف زبانی عاشق نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگی میں عمل کرکے دکھایا تھا۔ آئیے ہم پہلے اللہ عزوجل اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نماز کے متعلق کیا ہیں اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد امام احمد رضا کی فکر کو پڑھتے ہیں تاکہ امام عشق و محبت کی کیفیت نماز کیا تھا۔ اس کا اندازہ ہو سکے۔۔۔

آیت (۱) بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا ہے (القرآن)

آیت (۲) محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے (القرآن)

آیت (۳) اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (القرآن)

اب آئیے چند احادیث کریمہ کا مطالعہ کریں:۔

۱۔ امام احمد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کی ان کے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں، جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لئے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ اس پر حرام ہو جائے۔

۲۔ ابوداؤد سنن اور طبرانی معجم میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لائے گا جنت میں جائے گا جو پنج گانہ نمازوں کی ان کے وضو ان کے رکوع ان کے سجود ان کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ حج و زکوۃ و غسل جنابت بجا لائے)۔

۳۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ''میں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے زیادہ کیا عمل اللہ کو پیارا ہے فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔

مذکورہ آیات و احادیث کی تلاوت کے بعد امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا اُن پر عمل دیکھیں اور محسوس کریں کہ اللہ عزوجل کے یہ برگزیدہ بندے اور حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے یہ عاشق اپنے مولی عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی اعلے درجے کی محبت فرماتے تھے اور فرمان خدا و رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) کا کتنا خیال فرماتے تھے۔

اعلیحضرت علیہ الرحمہ نماز میں اسقدر احتیاط اور جزیاتِ مسائل کا ایسا خیال فرماتے تھے کہ عام لوگ نہیں بلکہ اکثر علماء اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ حضرت مولینا شاہ خواجہ محمد حسین صاحب چشتی نظامی فخری میرٹھی ثم الاجمیری فرماتے ہیں، ۳۰ رمضان شریف سنہ ۱۳۳۵ھ سے اعلیحضرت کی مسجد میں معتکف ہوا۔ اعلیحضرت نے بھی اعتکاف فرمایا۔ ایک دن قبل اعتکاف عصر کے وقت اعلیحضرت تشریف لائے اور نماز پڑھ کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اپنے کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں مجھ سے ایک صاحب نے فرمایا آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے کہا میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھ لی انہوں نے کہا حضرت تو اب پڑھ رہے ہیں۔ مجھے اس وجہ سے یقین نہیں آیا کہ بعد عصر نوافل نہیں اور کسی وجہ سے نماز نہیں ہوئی تھی تو حضرت کا حافظہ ایسا نہیں کہ مجھے بھول جاتے اور مطلع نہ فرماتے۔ انہوں نے مجھ سے پھر کہا دیکھئے وہ پڑھ رہے ہیں میں نے بڑھ کر دیکھا تو واقعی پڑھ رہے تھے مجھے بیحد حیرت ہوئی اور آگے بڑھ کر کھڑا رہا۔ سلام پھیرنے پر عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد سانس کی حرکت سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی

ہے اس وجہ سے میں نے آپ سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز پھر پڑھ لی۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ اکثر صاحبان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ صرف ایک بزرگ نے مجھ سے سنکر بڑی عظمت کی وہ بزرگ شیخ الاصفیا' حضرت خواجہ شاہ پیر عبدالحمید صاحب بغدادی ہیں۔ بڑودہ میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں ایک دن مغرب کی نماز پڑھائی۔ میں نے ایسا اثر کبھی قرآن شریف پڑھنے کا نہیں دیکھا۔ بعدہ' معلوم کیا کہ یہ کون بزرگ تھے، تب ان سے ملنے کیلئے ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآنی کے سلسلے میں ان کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا میں ایک مرتبہ ایران گیا وہاں آتش پرستوں کا ایک آتشکدہ بہت پرانا ہے۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ ان سے مباحثہ کیلئے لوگوں نے پیر عبدالحمید کا نام لے دیا میں نے کہا یہ لوگ جسے پوجتے ہیں اسی سے پوچھ لو یعنی آتشکدے میں جا کر آگ سے پوچھ لو وہ کس کی رسالت کرتی ہے۔ لوگوں نے محض دھمکانا سمجھا اور لوگوں نے میرا اور وہاں کے ایک پجاری کا نام مقرر کر کے ایک تاریخ وقت معین کر کے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ وقت مقررہ پر تمام شہر کی مخلوق کثرت سے موجود تھی۔ اس وقت میں نے اس پجاری سے کہا چلئے۔ اب وہ گھبرایا اور رکا تو میں نے خیال کیا کہ اگر میں بھی رکا تو لوگ محض دھمکی سمجھیں گے۔ اس وجہ سے تنہا آتشکدے میں چلا گیا اور پورے بیس منٹ آگ میں کھڑا رہا۔ بعدہ' نکل آیا تو یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے اور فرمایا قرآن مجید لے کر اور یہ سمجھ کر آگ میں چلا گیا کہ جب ہمکو قرآن عظیم نار جہنم سے بچائیگا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچائیگا۔ تو اس واقعہ سے اور ان کی کرامت سے حضرات ناظرین ان بغدادی شاہ صاحب کی بزرگی اور قوت ایمانی کا اندازہ لگالیں۔ اُن بزرگ نے مجھ سے اعلیحضرت علیہ الرحمہ کا یہ واقعہ عصر کی نماز کا سُنا دوسرے دن اُن سے ملاقات ہوئی تو اُن بغدادی شاہ صاحب نے فرمایا کل ساری رات روتے گذری۔ یہی کہتا رہا کہ خداوند تیرے ایسے ایسے مقبول آج بھی ہیں جو اس احتیاط سے نماز پڑھتے ہیں۔ (حیات اعلیحضرت صہ ۱۸۳)

آئیے اور ایک واقعہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا پڑھئیے اور اپنے ایمان میں تازگی پیدا کیجئے اور پابندیٔ صلوٰۃ کی بارگاہ ایزدی میں دعا کیجئے۔

ایک مرتبہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے علاقۂ زمینداری میں سکونت پذیر تھے، درد قولنج کے سخت دورے ہوا کرتے تھے۔ ایکدن تنہا تھے فرماتے ہیں ظہر کے وقت درد شروع ہوا اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ رب عزوجل سے دُعا کی اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مدد مانگی، مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سُنتا ہے میں نے سنتوں کی نیت باندھی۔ درد بالکل نہ تھا سلام پھیرا، اسی شدت سے تھا۔ فوراً اُٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا وہی حالت تھی۔ بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف۔ اور سلام کے بعد پھر بدستور۔۔۔ میں نے کہا اب عصر تک ہوتا ہے۔

پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا، کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ خواہ یہ کہیے کہ حالت نماز میں درد یکسر اٹھالیا جاتا تھا۔ یا یہ کہیے کہ توجہ الی اللہ اور استغراق عبادت کے باعث درد کا احساس نہ ہوتا تھا۔ بہر صورت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مقبولیت بارگاہ اور ذوق عرفانی کی دلیل کافی ہے۔

(امام احمد رضا اور تصوف۔ ص ۵۷)

سبحان اللہ۔ اعلیحضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان جیسا نماز سے محبت اور اہتمام نماز کرنیوالا ماضی قریب میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ سچ ہے محبت سچی ہو تو آدمی اپنی تکلیف کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے محبوب کی خوشی کو دیکھتا ہے۔ امام احمد رضا ایک سچے عاشق رسول تھے اس لئے وہ جانتے تھے نماز سے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔

لہذا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے نماز کی پابندی کرتے تھے۔ کاش اللہ عزوجل آج کے مسلمانوں کو بھی امام احمد رضا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں جو حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے جس میں ندا سن کر نہ حاضر ہونے پر حکم جفاد کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخر یوں آئی کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) مومن کو یہ بدبختی و نامرادی بہت ہے کہ موذن کو تکبیر کہتے سنا اور اسکا بلانا قبول نہ کرے۔

(۲) قنیہ میں ہے اگر اذان سن کر دخول مسجد کے لئے اقامت کا انتظار کرتا رہا تو گنہگار ہوگا۔

(۳) مجتبی کی کتاب الشہادہ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا رہے اسکی شہادت قبول نہیں۔

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سن کر حاضر جماعت نہ ہو اسے بدبخت نامراد ظالم اظلم منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بلاتی ہے کیا اس جماعت میں ملو نہ ملو۔ ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوتی ہے۔ کیا اس میں حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس نماز و فلاح میں حاضر ہو چاہے نہ آؤ اپنی الگ کر لینا۔ شاید قد قامت الصلوۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہوگئی اب اس میں آکر کیا کروگے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا و کلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسکی عدم حاضری پر وہ حکم و ظلم و نفاق و شقاوت و خیبت ہے تو قطعاً حکم وجوب و تاکد کی مصداق یہی ماثور و معہود جماعت ہے۔

ثانیاً توسیع تو ہمارے مور پر تھی۔ اگر تصریح قنیہ و مجتبے و تقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر اظہر کہاں وہ تفتیق

کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں۔ کہاں یہ توسیع شیخ کو بہرے سے جماعت اول میں حاضر ہونا ہی ملکہ ضروری نہیں۔

تاتاروشن ترلس قاطع لیتے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کاشانۂ اطہر ہے مسجد انور میں قریب امامت جلوہ فرما ہوتے۔ ایکدن نماز عشاء کو تشریف لائے جماعت میں قلت دیکھی کہ لوگ حاضر نہ پائے، نہایت شدید غضب و جلال میں محبوب ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا۔ ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے موذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لئے فرماؤں، پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں کے گھر پھونک دوں جنہیں یہ اذان سنے وقت ہوگیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے۔

بخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر فجر و عشاء سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انہیں ان کے درجہ و فضیلت کا علم ہوجائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں موذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں سے نہیں نکلے۔

نماز اور جزئیات نماز پر اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے اہتمام کو پڑھ لینے کے بعد اب مذکورۂ احادیث جو جماعت اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے متعلق ہیں اس پر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کس حد تک عمل پیرا تھے۔ اس کا اندازہ لگائیں اور اپنے رہبر کی زندگی کے محبت نماز اور اطاعت خدا اور رسول (جل و علاو صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو ملاحظہ فرمائیں۔

۲۵ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے۔ مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں نماز پڑھ لے مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کرسی پر بٹھاکر مسجد تک پہنچاتے جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی جماعت میں شریک ہوتے رہے۔

امام احمد رضا اور تصوف ص۵۶

اللہ اکبر — کیا شوق جماعت تھا امام احمد رضا کا۔ یقیناً رحمت خداوندی و کرم مصطفوی (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دعوت دینے کیلئے اور اپنی طرف مائل کرنے کیلئے حکم خداوندی و فرمان مصطفوی پر عمل بے حد ضروری ہے۔

حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ فرماتے ہیں میں نے جمل ملتوری کی تھی

السنیہ فی زیدۃ القبور کے حاشیہ میں اپنے استاذِ محترم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ (۱۳۱۲ھ۔۱۳۹۶ھ) کی روایت سے لکھا ہے۔

ایکبار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ جماعت کا وقت ہو گیا۔ طبیعت مضطرب تھی، بالآخر خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درسِ عبرت ہے۔

امام احمد رضا اور تصوف صـ۵۶

امام احمد رضا اگر چاہتے تو گھر میں شاگردوں کیساتھ جماعت قائم کر لیتے لیکن رضائے مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال کرتے ہوئے اپنے وجود کی اور اپنی تکلیف کی پرواہ کئے بغیر مسجد کیطرف تشریف لے گئے۔ اس لئے کہ محبت قربانی چاہتی ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہیکہ رب قدیر اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل سنی صحیح العقیدہ امام کی اقتداء میں مسجد میں جماعت کیساتھ نماز کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

بقیہ :۔ انگریز و انگریزی حکومت ۔۔۔

۶۔ رسائل رضویہ جلد دوم۔ ص ۹۳ مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء مرتب: مولانا محمد عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری
۷۔ روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ جنوری ۱۹۷۹ء
۸۔ گناہ بے گناہی۔ ص ۳۲ ناشر المجمع الاسلامی مبارکپور از: پروفیسر مسعود احمد دہلوی پاکستان
۹۔ " " ص ۳۳ " "
۱۰۔ معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء۔ ص ۲۲۰
۱۱۔ اعلیٰ حضرت ایک عالمگیر شخصیت۔ ص ۱۶ ناشر قادری کتاب گھر بریلی از کوثر نیازی پاکستان
۱۲۔ ہفت روزہ افق کراچی ۱۴۔۲۱ مئی ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۷
۱۳۔ " " ۲۸ مئی ۳ جون ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۸۔

امام احمد رضا کے مقطعے

از: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی۔ ۱۰۴۔ جسولی۔ بریلی شریف

اردو میں بہت سے اشعار اور مصرعے اپنی معنویت میں اسقدر بھرپور ہیں کہ عوام خواص دونوں انہیں اپنی گفتگو بحث و مباحثہ، تحریر اور تقریر میں دل کشی اور زور و وزن پیدا کرنے کیلئے لطیفہ، حوالہ، دلیل اور سند کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ایک طرح سے یہ اشعار یا مصرعے ضرب المثل کی سی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ مثلاً:—

(۱) چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات

(۲) سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

(۳) ان پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

(۴) مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

(۵) قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند — دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گئے

(۶) ہر رخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری میں — کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(۷) عمر تو ساری کٹی عشق بتاں میں مومن — آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

(۸) کعبہ کس منھ سے جاؤ گے غالب — شرم تم کو مگر نہیں آتی

(۹) باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم — سو بار لے چکا ہے تو امتحاں ہمارا

وغیرہ۔ ان مشہور اشعار یا مصرعوں میں مقطعوں کی بھی تعداد کافی ہے۔ مقطع بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس پر غزل وغیرہ کے اشعار کا اختتام ہوتا ہے یعنی۔ یہی اشعار کو قطع کرتا ہے یا اشعار کا دروازہ بند کرتا ہے اور اس میں شاعر اپنا تخلص بھی استعمال کرتا ہے۔ اس لئے ہر شاعر زیادہ سے زیادہ زوردار اور پُر تاثیر مقطع کہنے کی کوشش کرتا ہے۔ مقطع کی حیثیت آخری ٹچ [Final touch] کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی مصور اپنی شاہکار تصویر کو آخری ٹچ دے کر اس کے نوک پلک درست کرتا ہے اسی طرح شاعر بھی مقطع پر زور دیتا ہے۔

دیگر شعراء کی بہ نسبت غالب کے مقطعے زیادہ مشہور ہیں اور بلاشبہ وہ اپنی معنویت میں اسقدر بھرپور اور اتنے پر تاثیر ہیں کہ لوگ مختلف مواقع پر ان کا برملا استعمال کرتے ہیں جیسے:—

(۱) تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے — دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

(۲) عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے۔ وغیرہ

غالب۔ غزل گو یا شاعر بہار ہیں لہذا ان کے اشعار یا مقطعے زیادہ تر ادبی حلقوں یا غیر مذہبی علمی حلقوں میں مقبول ہیں۔ لیکن ایک نعت نگار ایسا ہے جس نے نعت و منقبت اور تقدیسی شاعری کے حوالے سے بہاریہ شاعر کے تمام طلسم کو توڑ دیا ہے اور وہ ہے بریلی کا عظیم تر فاضل امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔

احسان دانش کسقدر سچی بات کہتے ہیں:— "مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے نہیں، ان کے خاندان سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں"۔ (خیابان رضا۔ مرتبہ محمد مرید چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۳۱)۔ امام احمد رضا نے نعت گوئی کو تو نئی نئی جہتوں سے آشنا کیا ہی ہے بلکہ پوری اردو شاعری کو نئی راہ عطا کی ہے۔ لفظ و جذبہ کی تطہیر کی راہ یعنی اردو شاعری کو صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے۔

یہاں جناب امام احمد رضا کی شاعری پر تبصرہ مقصود نہیں۔ عرض مدعا یہ کہ ان کے مقطعے بھی اپنی دلکشی، بانکپن لب و لہجہ، معنویت اور اثر پذیری میں انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ مذہبی علمی اور مذہبی ادبی حلقوں میں ان کے مقطعے بہت ہی مقبول ہیں۔ مقررین، مصنفین، مناظرین اور عوام بھی انہیں تقریروں، تحریروں، بحثوں اور بات چیت میں استعمال کرتے ہیں۔ چند مقطعے تو ایسے ہیں جنہیں خالص ادبی تحریر و تقریر اور مجلس و گفتگو میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جیسے

(۱) اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو تو آرام ہو ہی جائے گا

ہر کام بے شک اپنے وقت پر ہی ہوتا ہے اور کام پورا ہو جانے پر دل کو آرام مل جاتا ہے۔ آج عوام بھی اس مقطع کو خوب خوب استعمال کرتے ہیں۔ ایکطرح سے یہ ضرب المثل کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) نفس کے سنہرے دام سے خبردار کرتے ہوئے کیا ہی بلاغت آگیں مقطع فرمایا ہے:—

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چندرانے والے

اس مقطع میں لفظ چندرانے والے نے جان ڈال دی ہے۔

اسی طرح یہ مقطع بھی ملاحظہ کیجئے:—

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

قوم کو بے حسی سے نکال کر جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لئے یہ مقطع عام طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔ چند جاندار اور بھرپور مقطع اور بھی دیکھئے

(۱) تو اور رضا سے حساب لینا
رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(۲) کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

(۳) وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کیسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

شعر ۱ میں سادگی کے ساتھ ساتھ شوخی اور طرحداری بھی ملاحظہ کریں۔ شعر ۲ و ۳ میں طنز و نشتریت کا انداز دیکھیں۔ آہنگ اور جلال لائق دید ہیں۔ مباحثہ و مناظرہ وغیرہ مواقع پر یا مخالفین و اعداء کو للکارتے وقت ان دونوں مقطعوں کا استعمال کیسا برمحل ہے۔

یہ مقطع:۔

ناک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا　　　دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

گو منکرین میلاد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا بلیغ رد ہے اور خطباء و مقررین اسے خوب خوب پڑھتے ہیں۔ ویسے یہ اپنے کسی بھی مرکز عقیدت کی یاد اور ذکر کے منکر کو للکارنے کیلئے بھی اس کے سامنے پڑھا جاسکتا ہے۔ دیگر مقطعوں کی طرح یہ مقطع بھی ایک غزل، ایک تقریر اور تحریر پر بھاری ہے اور ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

اسیطرح یہ مقطع:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا　　　میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ بھی اہل دنیا اور دنیا کے طالبین کا خوب صورت مگر غضب ناک رد ہے۔ مقطع تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ جب کچھ لوگوں نے عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا سے نانپارہ ضلع بہرائچ (اترپردیش) کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی تو انہوں نے للکار کر یہ مقطع پڑھا۔ پارۂ ناں کو الٹ دیجئے تو ناں پارہ بنجائیگا اور پارۂ ناں یعنی روٹی کا ٹکڑا۔ رضا نے واضح کردیا کہ ان کا دین روٹی کا ٹکڑا یا نواب نانپارہ کی قصیدہ خوانی نہیں ہے۔ وہ تو اپنے کریم کے گدا ہیں کہ جسکی گلیوں میں تاجدار مانگتے پھرتے ہیں۔ خود رضا نے ایک غزل میں کہا ہے

اس گلی کا گدا ہوں میں جسمیں　　　مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

اور اسی غزل میں یہ مقطع کہا ہے:

کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا　　　تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

یہ شعر بھی تاریخی ہے۔ دوسرے اور آخری حج و زیارت کے موقع پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے رضا نے جب یہ نعت شروع کی جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　　ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور جب مقطع:

کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا　　　تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

پڑھا تو اسوقت ماتھے کی آنکھوں سے حضور جان نور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرکار کی

شانِ عظمت کا کیا کہنا۔ نگاہِ رضا میں تو مقامِ سگِ مدینہ بھی اسقدر بلند و بالا اور وہ ان کیلئے ایسا محترم ہے کہ کہتے ہیں۔

اے رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لیکے چلے

سگِ مدینہ نہ تو سگِ مدینہ رضا تو سگِ بارگہ غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنت پانے پر فخر و شرف کا اظہار کرتے ہیں۔

تجھ سے در در سے سگ سگ سے ہے مجھکو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورہ تیرا

رضا کا یہ مقطع بھی قابلِ دید ہے اور ان کے فنا فی الرسول ہونے کی کہانی سناتا ہے۔

ان کے آگے دعویٰ ہستی رضا
کیوں بکے جاتا ہے یہ بد ہم

امیر مینائی کہتے ہیں:

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے وہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

اب اس سے متعلق رضا کے یہ مقطع دیکھئے:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

لے رضا سب چلے مدینے کو
مرے میں نہ جاؤں خدا نہ کرے

رضا نے یہ نہیں کہا کہ میں رہا جاتا ہوں بلکہ یہ کہا "مرے میں نہ جاؤں خدا نہ کرے" گویا میں بھی جاؤں گا عشقِ رضا کا عالم ہی عجیب ہے۔

شہزادیٔ رسول اور رسول کونین کے جگر پاروں سے متعلق رضا کا یہ مقطع دیکھئے:

کیا بات رضا اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جسمیں حسن اور حسین پھول

چمنستانِ کرم کی ترکیب قابلِ دید ہے۔

امام احمد رضا کا مشہور ترین مقطع ملاحظہ کیجئے:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

کچھ لوگوں نے اظہار کیا ہے کہ یہ مقطع رضا کے تے داغ دہلوی سے کہا تھا۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط اور بے تحقیق ہے۔ اگر داغ نے یہ مقطع کہا ہوتا تو ادبی حلقوں میں اسکا ذکر ضرور ملتا اور دیوانِ داغ یا دوسرے تذکروں میں بھی ملتا۔ دوم یہ کہ رضا جیسا عظیم عالم اور شاعر جس کے علم و فضل اور فکر و فن کی روشنی میں بڑے بڑے محققین علم و تحقیق کی راہیں طے کر رہے ہوں وہ کسی اور سے وہ بھی ایک شاعر سے شعر لیکر اپنے دیوان میں شامل کر لیتا۔ رضا نے میدانِ شاعری میں کسی کی رہنمائی یا شاگردی بھی نہیں اختیار کی جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

جسین طبع ہے نا سودہ داغ شاگردی
غبارِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور

بہر کیف یہ رضا کا اپنا مقطع ہے اور انہوں نے دوسرے شعراء کی طرح اسے بطور تعلّی یا اظہار انانیت کے لئے نہیں کہا ہے بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہا ہے۔ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور ان کی غلامی کے طفیل ہی امام احمد رضا کو وہ علم اور ایسی امامت حاصل ہوئی کہ آج زمانہ علم و امامت کے چرخ کے اس نیر تاباں سے تابانی و توانائی حاصل کر رہا ہے۔

جناب امام احمد رضا کا یہ مقطع حقیقت پر مبنی ہے۔ سخن بھی شعر و شاعری لیا جائے تب بھی امام اس کی مملکت کے تاجور ہیں۔ انہوں نے سخن کی ہر صنف غزل، قصیدہ، مثنوی، مستزاد، رباعی، قطع وغیرہ میں اپنے فکر و فن کا سکہ بٹھادیا ہے۔ اور اگر سخن سے مراد علم و فن لے لئے جائیں تب بھی یہ حقیقت ہے کہ پچاس سے زائد نقلی اور عقلی علم و فنون میں امام احمد رضا نے تحقیق و تدقیق کا جو کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ امام کی اس بات یا ان کے اس مقطع کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اسی قبیل کے چند مقطعے اور بھی ملاحظہ کیجئے:۔

۱۔ طوطیٔ اصفہاں سن کلام رضا　　بے زباں، بے زباں، بے زباں ہوگیا

۲۔ یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح سحریاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

۳۔ جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیوں کر آئے　　لا اسے پیش جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

۴۔ اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لئے　　نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

۵۔ اے رضا جان عنادل ترے نغموں کے نثار　　بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

۶۔ گونج گونج اٹھتے ہیں نغمات رضا سے بوستاں　　کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

۷۔ آنکھ سنادے عشق کے بولوں میں اے رضا　　مشتاق طبع لذت سوز جگر کی ہے

۸۔ رضائے خستہ کیا کہنا عجب جادو بیانی ہے　　نمک ہر نغمۂ شیریں میں ہے شور عنادل کا

رضا نے یہ مقطعے تحدیث نعمت کے طور پر کہے ہیں۔

امام احمد رضا کے مقطعے رنگ و آہنگ، نزاکت و بلاغت اور معنی آفرینی کے جگمگاتے ہوئے ستارے ہیں جس سے اردو شاعری کا آسمان منور اور آراستہ ہے۔

سانحۂ ارتحال:۔

ہمارے دیرینہ مخلص و کرم فرما ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی) کی والدہ محترمہ کا یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کو انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔۔۔۔ (ادارہ)

تقبیل الابھامین دلائل و براہین کے آئینے میں

از :۔ سیّد اولادِ رسول قدسی مصباحی۔ ایم اے (انگلش)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنے سے متعلق دلائل و براہین پیش کرنے اور معترضین کے اقوالِ فاسدہ و کاسدہ کے ردِ بلیغ سے پہلے حدیث کی نسبت سے چند اہم اصطلاحی باتیں پیش کی جارہی ہیں تاکہ عوام الناس کو لفظ حدیث سے کوئی فریب نہ دے سکے۔

پہلے آپ یہ سمجھیں کہ حدیث کسے کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کے اقوال، افعال و تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث کی اس تعریف کی روشنی میں حدیث کی تین بنیادی قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) حدیث مرفوع (۲) حدیث موقوف (۳) حدیث مقطوع یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث مرفوع، صحابہ کے قول و فعل کو حدیث موقوف اور تابعین کے قول و فعل کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ یہ ہوئیں حدیث کی بنیادی قسمیں لیکن راویوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) واحد

اسی طرح راویوں کے احوال کے اعتبار سے بھی حدیث کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) صحیح لذاته ولغیرہ (۲) حسن لذاته ولغیرہ (۳) حدیث ضعیف (۴) حدیث موضوع

واضح رہے کہ حدیث موضوع درحقیقت یہ حدیث ہی نہیں ہے کیوں کہ اس میں اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو سرکار کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے اسے مجازاً حدیث کہتے ہیں اس کے علاوہ مذکورہ بالا حدیث کی تمام قسمیں حدیث کہلاتی ہیں البتہ سب کے مراتب جداگانہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار گویا حدیث کا انکار ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانے کے جواز سے متعلق وافر مقدار میں دلائل موجود ہیں۔ البتہ عدمِ جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اس کے ناجائز ہونے پر کسی معتبر کتاب سے دلیل پیش کر ہی نہیں سکتا۔

علماء محدثین نے اس امرِ حسن پر خلیفۂ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت ریحانہ، سیدنا امام حسنین کریمین، حضرت خضر وغیرھم جیسی معتبر و مستند شخصیتوں سے حدیثیں روایت فرمائی ہیں جو مقاصد حسنہ، جامع الرموز، فتاویٰ صوفیہ، کنز العباد، ردالمحتار وغیرہ مستند کتابوں میں آج بھی درخشاں و تابندہ ہیں۔ مثلاً علامہ امام شمس الدین سخاوی دیلمی کے حوالے سے المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرۃ علی الستہ میں نقل فرماتے ہیں۔

لما سمع قول الموذن اشهد ان محمد رسول الله قال هذا و قبل باطن الانملتين السبابتين و مسح على عينه فقال صلى الله عليه وسلم من فعل مثل ما فعل خليلى فقد جلة

له شفاعتی یعنی جب حضرت صدیق اکبر نے موذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہی کیا اور اپنی شہادت کی انگلیوں کو آنکھوں سے لگائے تو حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے دوست کی طرح کرے گا میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔

یہی امام سخاوی حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر کی کتاب موجبات الرحمہ و عزائم المغفرۃ سے نقل فرماتے ہیں من قال حین یسمع الموذن یقول اشهد ان محمد رسول الله مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبدالله ثم قبل ابهامیه و بجعلهما علیٰ عینیه لم ترمد ابدا۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو شخص موذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر آپ فقیہ محمد بن سعید خولانی سے روایت کرتے ہیں۔ من قال حین یسمع الموذن یقول اشهد ان محمد رسول الله مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله علیه وسلم ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینه لم یعم ولم یرمد۔ یعنی حضرت امام حسن نے فرمایا جو شخص موذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگائے تو نہ وہ کبھی اندھا ہو گا اور نہ اس کی آنکھیں دکھیں گی۔

شرح نقایہ میں ہے۔ واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من اشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند الثانیة منها قرة عینی بك یا رسول الله ثم یقال اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه صلی الله علیه وسلم یکون له قائداً الی الجنة۔ یعنی جان لو بیشک اذان کی پہلی شہادت سننے پر صلی الله علیك یا رسول الله اور دوسری شہادت سننے پر قرة عینی بك یا رسول الله کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللهم متعنی بالسمع والبصر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

علامہ شامی رد المحتار شرح در مختار میں یہی عبارت لکھ کر فرماتے ہیں۔ کذا فی کنز العباد قستهانی ونحوه فی الفتاوی الصوفیه وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابها میه عند سماع اشهد ان محمد رسول الله فی الاذان انا قائده ومد خله فی صفوف الجنة۔

اسی طرح تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۶۴۸ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکر نے اذان میں حضور ﷺ کا نام سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا حضور نے فرمایا اے ابو بکر جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر انگوٹھے آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا تعالیٰ اس کے تمام

نئے پرانے اور ظاہر و باطن گناہوں کو درگزر فرمائے گا۔

نہ صرف یہ کہ مذہب حنفی کی کتابوں میں انگوٹھا چومنے کو جائز و مستحسن کہا گیا ہے بلکہ شافعی مذہب کی مشہور کتاب اعانۃ الطالبین ص ۲۴۷ اور مالکی مذہب کی مشہور کتاب کفایۃ الطالب الربانی ص ۱۶۹ میں ہے کہ جب اذان میں کوئی حضور ﷺ کا نام پاک سنے تو درود شریف پڑھے۔ ثم یقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد ابدا یعنی پھر انگوٹھے چومے اور ان کو آنکھوں پر رکھے تو نہ وہ کبھی اندھا ہو اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

علاوہ ازیں تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۶۴۹ میں ہے۔ ان آدم علیه السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی الله علیه وسلم حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالی الیه هو من صلبك ویظهر فی آخر الزمان فسال لقاء محمد صلی الله علیه وسلم حین کان فی الجنة فاوحی الله تعالیٰ الیه فجعل الله النور المحمدی فی اصبعة المسبحة من یده الیمینی فسبح ذالك النور ولذالك سمیت تلك الاصبع مسبحة کما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالی جمال حبیبه فی صفاء ظفری ابهامیه مثل المرأة فقبل آدم ظفری ابهامیه ومسح علی عینیه فصار اصلاً لذایته فلما اخبر جبریل النبی بهذه القصة قال علیه السلام من سمع فی الاذان فقبل ظفری ابهامیه و مسح علی عینیه لم یعم ابدا۔

یعنی جب حضرت آدم کو جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمھارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ نے حضرت آدم کے دائیں ہاتھ کے کلمہ کی انگلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمکایا تو اس نور نے اللہ کی تسبیح پڑھی۔ اس واسطے اس انگلی کا نام کلمہ کی انگلی ہوا جیسا کہ روض الفائق میں ہے اور اللہ تعالی نے آپنے حبیب کے جمال کو حضرت آدم کے دونوں انگوٹھوں میں ظاہر کیا تو آدم نے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب حضرت جبریل نے نبی کریم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

۱ ان سب دلائل کے باوجود معترض یہ کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے بھی اپنی مایہ ناز کتاب فتاوٰی رضویہ میں حضرت صدیق اکبر والی حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ یہ قول محض اعلیٰ حضرت ہی کا نہیں ہے بلکہ بہت سارے محدثین و فقہاء نے اسے ضعیف کہا ہے۔ معترض نے اعلیٰ حضرت کے فقوا قول ضعیف کو دیکھ لیا مگر ان کی دوسری عبارتیں جو تقریباً پچاس صفحوں سے زائد پر پھیلی ہوئی ہیں ہضم کر دیا۔ یہ تو گستاخان رسول کا پرانا طریقہ ہے۔ کانا ایک ہی طرف دیکھتا ہے بھلا دوسری طرف دیکھے بھی تو کیسے کیوں کہ دوسری آنکھ جو بند ہے۔

اللہ سمجھ عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت ضعیف لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدثین کا نفئ صحت کو احادیث مرفوعہ کے ساتھ خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف مرفوع ہونے کے اعتبار سے کہا ہے نہ کہ موقوف کے اعتبار سے۔ یعنی یہ حدیث مرفوع کے اعتبار سے تو ضعیف ہے لیکن موقوف ہونے کے اعتبار سے صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ملا علی قاری کی عبارت نقل فرمائی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ قلت و اذاثبت رفعه الی الصدیق رضی الله عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی صدیق اکبر سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم پر لازم کرتا ہوں کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت۔ حضرت صدیق اکبر سے کسی شئے کا ثبوت بعینہ حضور ﷺ سے ثبوت ہے۔ اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو۔ اس سے پہلے میں نے حدیث کی بنیادی قسمیں مع تعریف اس لئے لکھ دی تھیں کہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو اور معترض کے مکر و فریب سے آپ محفوظ و مامون رہیں۔ کس قدر تعجب ہے کہ حضرت ملا علی قاری تو اس حدیث کو عمل کے لئے کافی کہیں مگر معترض اس سے پہلو تہی کرے۔ سرکار نے فرمایا تم پر لازم ہے میری اور میرے خلفاء کی سنت مگر یہ سنت کے جھوٹے دعویدار سرکار کے فرمان اور آپ کے یار غار خلیفۂ اول کی سنت سے گریز کر رہے ہیں۔ واضح ہو گیا کہ ان کی زبان تو سنت سنت کارٹ لگا رہی ہے مگر ان کے دل میں سنت کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

معترض کا یہ قول کہ صدیق اکبر والی حدیث کمزور ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں کیوں کہ یہاں ضعیف کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاح معنی مراد ہے۔ دراصل ایک لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک لغوی اور دوسرا اصطلاحی۔ لفظ ضعیف جب حدیث کے لئے استعمال ہو تو وہاں ایک خاص معنی ہی مراد ہوگا۔ ضعیف حدیث اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کا کوئی راوی متقی یا قوی الحافظہ نہ ہو یعنی حدیث صحیح میں جو صفات معتبر تھیں ان میں سے کوئی صفت نہ ہو۔ یاد رہے حدیث صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی اسناد متصل ہو بیچ میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو اور اس کے سارے راوی متقی، پرہیزگار اور قوی الحافظہ ہوں۔ گویا صحیح اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے۔ اور حدیث حسن اور حدیث ضعیف وسطی درجہ کی۔ اگر کسی کو ہم کہیں کہ یہ بادشاہ نہیں ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بھکاری ہے۔ اگر کسی کو کہیں کہ یہ تہجد گذار نہیں ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فاسق ہے تو پھر صحیح کے انکار سے نا قابل عمل ہونا کہاں سے ملازم آیا۔

اب آیئے حدیث ضعیف سے متعلق فقہاء اور محدثین کے اقوال سنئے۔ اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر مکی، ملا علی قاری، امام محقق دوانی وغیرہم بہت سارے محدثین و فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے جیسا کہ

امام شیخ الاسلام ابو زکریا کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار میں فرماتے ہیں ۔ قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل ولترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً۔ یعنی محدثین وفقہاء وغیرھم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری باتوں سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

اسی طرح علامہ شامی ردالمختار جلد ا باب الاذان میں فرماتے ہیں۔ علی انه فی فضائل الاعمال یجوز العمل بالحدیث الضعیف یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

ان سارے دلائل سے معلوم ہوا کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ اس کا انکار جہالت و حماقت اور ضلالت و گمراہی ہے۔ کوئی پاگل ہی ہوگا جو اس قسم کی گھٹیا بات کرے گا۔ محدثین تو حدیث ضعیف کو معتبر مانیں مگر جہلاء غیر معتبر نعوذ باللہ من ذالک۔ ایک قول کے مطابق تو احکام میں بھی حدیث ضعیف معتبر ہے

علاوہ ازیں مرقاۃ موضوعات کبیر، مقدمہ مشکوۃ رسالہ اصول الحدیث، ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ اگر ایک حدیث چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جائے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔ اسی طرح علماء کاملین کے عمل سے بھی ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

ھذا الحدیث غریب وضعیف والعمل علیہ عند اھل العلم امام ترمذی کے اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف، ناقابل عمل، مگر علماء امت نے اس پر بے وقوفی سے عمل کر لیا اور سب گمراہ ہوگئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ حدیث روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہوگئی۔ یہی تو ملا علی قاری کے مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۱۰۲ میں فرماتے ہیں۔ قال النووی واسناده ضعیف نقصه میرك فکان استر مازی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم ۔ یعنی علامہ نووی نے فرمایا کہ اس کی سند ضعیف ہے اس کو میرک نے نقل کیا اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث ضعیف سے قوی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ردالمختار میں ہے ان المجتهد اذاستدل بحدیث کان تحسبا له کما فی التحریر وغیرہ یعنی کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کی صحت میں ہے جیسا کہ تحریر وغیرہ میں ہے۔

یونہی صالحین کے عمل سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے۔ جیسے صلوۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے ایسے ہی وضو کے اعضاء کے دھلنے کی مختلف دعائیں بھی احادیث ضعیفہ سے ثابت ہیں مگر یہ سب کے سب معتبر ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

الآثار المرفوعہ ص ۴۳ میں ہے قال البهیقی کان عبدالله بن مبارك بصیلها وتد اولها الصالحون یعلهم عن بعضهم بعض وفی ذالك تقویة للحدیث المرفوع امام بیہقی نے فرمایا کہ

حضرت عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور بعد کے صلحا اس کو ایک دوسرے سے اخذ کر کے پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے اس حدیث مرفوع کو قوت مل گئی۔

اسی طرح تجربہ اور کشف سے بھی حدیث ضعیف کو قوت مل جاتی ہے جیسا کہ صاحب مرقاۃ اور صاحب شرح شفا نے فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا شواہد سے یہ بات مترشح ہو گئی کہ ضعیف حدیث جھوٹی غلط یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو یعنی صحیح اور حسن سے کچھ کم رکھا ہے لیکن فضائل اعمال میں علی الاتفاق اجماعاً معتبر ہے۔ ثانیاً یہ کہ تقبیل الابھامین والی حدیث اگر مرفوع کے اعتبار سے ضعیف مان لیا جائے تو بھی یہ معتبر ہے کیوں کہ اس کا تعلق فضائل اعمال سے ہے۔ ثالثاً یہ کہ اس حدیث کو موقوف صحیح ہونے پر کوئی کلام نہیں۔

حدیث ضعیف کو ضعیف سمجھ کر عمل نہ کرنے کے سلسلے میں ایک عبرتناک واقعہ سماعت فرمائیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اور علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں نقل فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الحاج نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بدھ کے دن ناخن ترشوالیا۔ انہیں برص ہو گئی۔ خواب میں حضور تشریف لائے اور حضرت ابن الحاج سے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا تھا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ وہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔ فرمایا اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمھارے کان تک پہنچی تھی پھر حضور نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرا فوراً اچھے ہو گئے۔ اسی وقت توبہ کی اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔ اس واقعہ سے سرکار کا نام سن کر انگوٹھا چومنے والی حدیث کو ضعیف بمعنی ناقابل عمل سمجھنے والوں کو عبرت پکڑنا چاہیے۔

ان تمام باتوں سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ سرکار کا نام سن کر انگوٹھا چومنا جائز مستحب سنت آدم و صدیق ہے نیز اسلاف کرام کا طریقہ ہے۔ اس سے منحرف ہونا جہالت، حماقت اور گمراہی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

لہٰذا تمام بھولے بھالے مسلمانوں سے گذارش ہے کہ اس قسم کے ناپاک لٹریچر اور پوسٹر سے خود کو دور رکھیں۔ اور ساتھ ساتھ ایمان کے لٹیروں سے ہوشیار رہیں کیوں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے میں دیر نہیں لگتی۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

انگریز، انگریزی حکومت اور امام احمد رضا

از قلم :۔ عبدالمالک رضوی مصباحی
دارالعلوم غوثیہ بھلی۔ کرناٹک

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام احمد رضا چودھویں صدی کے مجدد اسلامیات کے ماہر اور سیاسیات کی تہہ در تہہ باریکیوں سے بخوبی واقف تھے۔ ان کے زمانہ ہی میں نہیں بلکہ ان سے کئی صدی پیشتر بھی بیک وقت علوم عقلیہ ونقلیہ کا ان سے بڑھکر کوئی ماہر نہ گزرا۔ مزید یہ کہ امام احمد رضا ان لوگوں میں سے تھے جو دار ورسن کے پھندوں کو چوم کر اور توپ و تفنگ کے دہانے پر کھڑے ہو کر اعلان حق وصداقت کیا کرتے ہیں۔ شریعت کے مد مقابل مصلحت نام کی کوئی چیز ان کے یہاں نہ تھی۔ شریعت کی روح مجروح کر کے کسی کی دلجوئی کرنا انھوں نے کبھی سیکھا ہی نہ تھا۔ باطل قوتوں سے مرعوب ہونا تو وہ جانتے ہی نہیں تھے۔ ان کے یہاں شریعت بیضا کے زریں اصول کی روشنی میں مخالفت وموافقت کا رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔ ان کے دل ودماغ کو نہ تو اپنوں کی اپنائیت موڑ سکتی تھی اور نہ ہی غیروں کی اجنبیت برگشتہ کر سکتی تھی۔ شریعت سے سر موانحراف کرنے کی صورت میں جس طرح وہ غیروں کو متنبہ کیا کرتے تھے بالکل اسی طرح سے اپنوں پر بھی ان کی گرفت سخت تھی۔

امام احمد رضا صحیح العقیدہ مسلمانوں کے علاوہ ہر ایک سے دامن کشاں رہا کرتے تھے اور حتی المقدور ان سے گفت وشنید سے اجتناب واحتراز کیا کرتے تھے۔ جس دور میں امام احمد رضا تولد افروز ہوئے اس وقت انگریزی حکومت شباب پر تھی اور آپ کی پوری زندگی انگریزی ہی دور اقتدار میں بسر ہوئی۔ باوجود اس کے کہ ہندوستان میں انگریز حکمراں کی حیثیت سے تھے مگر آپ ان سے بھی شدید تنفر اور بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے خلیفہ علامہ برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک دن (قیام جبلپور کے دوران) بعد نماز عصر تفریح کے لئے بگھی پر گن میرج فیکٹری کی طرف نکلے۔ فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جارہی تھی۔ انہیں دیکھکر حضرت امام احمد رضا نے فرمایا۔ "کم بخت بالکل بندر ہیں" [1]

عیسائیوں کی تضحیک کرتے ہوئے ایک مقام پر آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"اللہ اللہ یہ قوم، یہ قوم یہ سراسر لوم۔ یہ لوگ جنہیں نہ عقل سے لاگ، جنہیں جنون کا روگ، یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں۔ اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں۔" [2]

امام احمد رضا انگریزی کچہریوں میں مقدمات فیصل کرانے کو زہر ہلاہل سمجھتے تھے اور ممکنہ حد تک اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا۔

"اولاً باستثنا معدودان باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ

میں لیتے اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں۔ گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔" ؎3

جو شوق دیدہ وری ہو تو دیکھنے والو

نقاب سے جو چھن جائے وہ نظر لاؤ

حد تو یہ ہے کہ امام احمد رضا ذرہ برابر بھی انگریزوں کو فائدہ پہنچانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ

"مولینا محمد حسین بریلوی میرٹھی حاجی علاؤالدین کے ہمراہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے مابین جو گفتگو ہوئی مولینا محمد حسین کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت کیا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں ان میں ٹکٹ زیادہ لگے ہوتے ہیں۔ حالانکہ دو پیسے میں لفافہ آتا ہے۔ حاجی صاحب (علاء الدین) نے فرمایا کہ حضور! دو پیسے کے ٹکٹ تو عام لوگوں کے خط میں لگائے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا؟ حاجی صاحب نے تسلیم کیا اور چھوڑنے کا وعدہ کیا۔" ؎4

امام احمد رضا بنیت محمود انگریزی تعلیم کے مخالف نہ تھے جیسا کہ انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ "ذی علم مسلمان اگر بنیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا۔ اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں۔ بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین و علم سے غافل نہ ہو جائے......" ؎5

مگر انگریز جس جوش و خروش کے ساتھ انگریزی تعلیم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے اور مسلم عوام عواقب سے بے خبر ہو کر دینی تعلیم سے زیادہ اس میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ اسکی وجہ سے اسلام پر جو مضرت رساں اثرات پڑ رہے تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"انگریزی اور بے سود تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا (خیال رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انگریزی تعلیم ہندوستان کی سر زمین پر گودوں میں جھول رہی تھی) جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایس و آں مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں۔ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو۔ وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے۔" ؎6

انگریزوں کی کچہری سے نفرت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے اس میں نہ جانے کا عہد کر رکھا تھا۔ جیسا کہ سید الطاف حسین بریلوی رقمطراز ہیں۔

"اس طرح سے حضرت (امام احمد رضا) کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریزی عدالت میں نہ جائیں گے۔ اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میرے مشاہدہ میں آیا علماء بدایوں سے نماز جمعہ کی اذان ثانی "نزد ممبر یا صحن ممبر" کے مسئلے پر اختلاف تھا۔ جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہونچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انھوں نے اپنے ہی

شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولینا صاحب کے نام عدالت سے سمن آیا اس پر آپ حاضر نہ ہوئے تو احتمال گرفتاری کی بنا پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولینا صاحب کے دولت کدے پر جمع ہو گئے نہ صرف جمع ہوئے بلکہ آس پڑوس کی سڑکوں اور گلیوں میں باقاعدہ ڈیرے ڈالدیئے۔ رات دن اس عزم کے ساتھ چوکسی ہونے لگی کہ جب سب جان قربان کر دیں گے تو قانون کے کارندے مولینا کو ہاتھ لگا سکیں گے۔......
میرا خیال ہے کہ مولوی حشمت اللہ صاحب (بار ایٹ لا) ہی کی کوشش سے مقدمہ مذکورہ اس طرح خارج ہو گیا کہ مولینا احمد رضا خانصاحب کی بات قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی حاضر عدالت نہ ہو سکے۔" ۷

راہ خود بڑھ کے بتاتی ہے نشان منزل
چلنے والا بھی تو ہو کوئی گردش ایام کے ساتھ

سنی سنائی افواہوں پر کان دھرنے کے بجائے جن علماء مفکروں اور دانشوروں نے حضرت رضا کی شخصیت شب وروز اور تحریروں کا مطالعہ کیا ان پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا کس درجہ انگریزوں کے مخالف تھے۔ انھیں انگریزوں سے کتنی عداوت، دشمنی تنفر اور بیزاری تھی یہاں ان بیشمار دانشوروں کے اقوال و تاثرات میں سے چند نقل کئے جارہے ہیں۔ ان کی روشنی میں شاید آپ کو بھی صحیح منزل کا سراغ مل سکے۔ اور برسوں سے سنی سنائی افواہوں کی حقیقت معلوم ہو سکے۔
پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں۔

"کہا یہ جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے۔ اس سے محبت کرتے تھے۔ اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ مگر جب شواہد کو کھنگالا گیا اور حقائق کا مشاہدہ کیا گیا تو اس چاہت و محبت کا دور دور تک پتہ نہ چلا۔ ہاں جس نے الزام لگایا اس کا دامن داغدار نظر آیا اور جس پر الزام لگایا گیا وہ بے داغ نظر آیا، یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کو حیرت ہے۔ ہر پہلو سے دیکھا گیا۔ انگریزوں کے ساتھ دوستی و محبت کی جھلک تک نظر نہ آئی۔" ۸
سید الطاف علی بریلوی کا اعتراف حقیقت ملاحظہ کیجئے۔

"سیاسی نظریئے کے اعتبار سے حضرت مولینا احمد رضا خاں بلا شبہ حریت پسند تھے۔ انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کا اور ان کے صاحبزادگان مولینا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے قطعاً راہ ورسم نہ تھی۔" ۹

پروفیسر سید فاروق القادری کے تاثرات دیکھئے۔

"برصغیر میں انگریز سامراج کے تسلط کے بعد خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں مکار انگریز دینی و دنیاوی تعلیم میں تفریق کے ذریعے اس نازک رشتے اور والہانہ تعلق کو کمزور کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں جو درحقیقت مسلم قوم کی متاع حیات ہے کہ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے فاضل بریلوی (مولینا احمد رضا خاں) ایسی جامع الصفات

شخصیت کو اس جذبے اور متاع کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا، ان کے خلاف طرح طرح کی بہتان طرازیاں کی گئیں۔ غلط باتیں منسوب کی گئیں۔ مگر وہ اللہ کا بندہ بلا خوف لومۃ الائم اپنی راہ پر چلتا رہا تا آنکہ اس نے بر صغیر کی غالب مسلم اکثریت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔" ملخصاً

منقولہ اقتباسات سے شاید فکر و نظر شک و یقین کے درمیان ہچکولے کھا رہی ہو کہ یہ تو ان کے معتقدین کی تحریریں ہیں جو عام طور سے بشری کمزوریوں سے پہلو تہی کرتے ہوئے تعریف و توصیف کی فلک تاز عمارتیں کھڑی کر کے لوگوں کو دعوت نظارہ دیا کرتے ہیں اگر ایسی بات ہے تو آیئے چند ایسے اقتباسات ملاحظہ کیجئے جو اپنوں کے نہیں غیروں کے ہیں، ثنا خوانوں کے نہیں نکتہ چینوں کے ہیں، جو ان کے تدبر و تفکر اور عقیدہ کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہیں۔ جو نہ تو ان کے حلقۂ ارادت سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل خاندان سے جنکی نگاہیں سطحی نہیں بلکہ عقابی ہیں۔ جو کسی عقیدت میں بہنے کے عادی نہیں بلکہ حقیقت کو پرکھنے کے خوگر ہیں۔

اہلحدیث برادری سے تعلق رکھنے والے معروف انشاء پرداز جناب کوثر نیازی صاحب پاکستان امام احمد رضا کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے قلبی تاثرات بایں الفاظ زیب قرطاس کرتے ہیں۔

"ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو۔ جو مقدمہ قائم ہونے کے باوجود اسکی عدالت میں نہ گیا ہو جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچا نظر آئے جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے ہو وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویر ہیں سب باہر پھینک دیئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو...... اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا۔ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج ظلمت پھول بدبو چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی ملخصاً

"صاحب طرز ادیب اور مشہور نقاد جناب شوکت صاحب صدیقی پاکستانی کے ریمارکس کی روشنی میں حقیقت کا اندازہ لگایئے۔ ان (امام احمد رضا) کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے۔ نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے۔ اور برملا کہتے تھے کہ میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا۔

انھوں نے زندگی بھر انگریزوں کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولینا احمد رضا خاں نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی۔ ایک بار انہیں ایک مقدمہ کے سلسلے میں عدالت میں طلب بھی کیا گیا مگر انھوں نے توہین عدالت کے باوجود حاضری نہ دی اور یہ کہکر نہ دی کہ "میں انگریزی کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا

تو اس کے عدل وانصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کر لوں۔" کہتے ہیں انہیں گرفتار کر کے عدالت میں حاضر ہونے کے احکامات جاری کئے گئے۔ بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک پہنچا مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھکر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے آخر عدالت کو اپنا حکم لینا پڑا۔"

۱۲

نیز انھیں کا یہ بیان بھی غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

"مولینا احمد رضا نہ کبھی انگریزوں کی عدالت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی فتویٰ دیا۔ نہ کبھی اس بات کا کسی طور اظہار کیا۔ کم از کم میری نظر سے ان کی کوئی ایسی تحریر تقریر نہیں گزری۔ اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا ضرور ذکر کرتا۔ اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک سے تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے لہذا شاہ احمد رضا خاں کو علمائے سو کے زمرے میں شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔" ۱۳

متذکرہ بالا سطور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا کی پوری زندگی اگرچہ انگریزوں ہی کے دور اقتدار میں بسر ہوئی مگر اس کے باوجود بھی آپ انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ ہندوستان کی سرزمین پر آپ انگریزوں کو غاصب اور ڈاکہ زن سمجھتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امام احمد رضا کو انگریزوں سے جتنی دشمنی تھی شاید ہی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ کسی اور کو رہی ہو۔ امام احمد رضا کا یہی وہ نصاب تھا جس کی وجہ سے وہ صرف اپنے معاصرین ہی سے نہیں بلکہ بہت سارے پیش روں سے بھی نمایاں طور پر ممتاز نظر آتے ہیں۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ حقائق نکھر کر سامنے آرہے ہیں۔ تتبع و تلاش اور تحقیق و تدقیق کی تابندہ شعاعیں اس عبقری اور ہشت گنج شخصیت کی صحیح تصویر پر پڑ رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ کذب وافترا کی دبیز چادر تار تار ہو رہی ہے اور سچائی اپنا لوہا منوا رہی ہے۔

منزل خود آگہی کا قرب بڑھتا جائے ہے
ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اٹھتا جائے ہے

حوالہ جات

۱۔ اکرام امام احمد رضا۔ ص ۹۱ ناشر مجلس العلماء مظفر پور۔ بہار۔ از: مفتی برہان الحق جبلپوری
۲۔ الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام۔ ص ۲۱ مطبوعہ لاہور پاکستان۔ از: امام احمد رضا بریلوی
۳۔ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح از: امام احمد رضا بریلوی
۴۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول۔ ص ۱۴۰ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۹۲
از: ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری
۵۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم۔ ص ۹۹ ناشر رضا اکیڈمی بمبئی۔ از: امام احمد رضا بریلوی

بقیہ ص ۱۵

صدر الشریعہ اعظمی۔ ایک مختصر تعارف

از:۔ مولانا محمد عبد المبین نعمانی

دار العلوم قادریہ۔ چریا کوٹ۔ یوپی

ہندو پاک بنگلہ دیش اور نیپال پر جس عظیم ہستی کا فیضان علمی ابر بن کر چھایا ہوا ہے اسے دنیا صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کے نام سے یاد کرتی ہے، اور اب تو ان کا سحاب علم یورپ و امریکہ اور افریقہ کے خطوں کو بھی سیراب کر رہا ہے، اسی نادر زمن شخصیت، میدان تدریس کے شہسوار اور فن حدیث و فقہ کے یکتائے روزگار عالم دین اور ولی کامل کا (۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ) کو پچاسواں یوم وصال جشن زریں کے طور پر منانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ موجودہ نسل کو آپ کے علمی و دینی کارناموں سے بھرپور انداز میں روشناس کرایا جا سکے

۔

ذیل میں اس فقیہ بے مثال کی حیات کے چند اہم گوشوں کو نہایت اجمال کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے ۔ انشاءاللہ مستقبل قریب میں ایک متوسط پھر ضخیم سوانح حیات منظر عام پر لائی جائے گی۔

مولد و مسکن

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی بن مولانا حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین (رحمہم اللہ تعالی) مدینۃ العلماء گھوسی ضلع مئو (یوپی انڈیا) کے ایک علمی و دینی خانوادے میں پیدا ہوئے سن ولادت ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء ہے، آپ مسلکا سنی حنفی اور مشربا قادری رضوی تھے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم دادا جان سے حاصل کی اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق گھوسوی علیہ الرحمہ سے درس نظامی کا آغاز کیا پھر انھیں کے مشورے سے مدرسہ حنفیہ جونپور کا رخ کیا جہاں استاذ الاساتذہ و شیخ المعقولات حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری (تلمیذ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی) سے اکتساب علم کر کے سند فراغ حاصل کی پھر استاد گرامی ہی کے مشورے سے حافظ حدیث سند المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کیا اور صحاح ستہ و شرح معانی الآثار و کتاب الآثار کا قرأۃً و سماعۃً درس لے کر ۱۳۲۰ھ میں سند حدیث حاصل کی اور پھر جھوائی ٹولہ لکھنؤ جا کر حاذق الملک حکیم عبد الولی لکھنوی سے دو سال رہ کر علم طب میں سند تکمیل حاصل کی۔

تدریس

علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ۲۴ تا ۲۷ھ ۳ سال استاذ گرامی حضرت محدث

سورتی کے مدرسہ "مدرسۃ الحدیث" میں درس دیا پھر ایک سال پٹنہ میں مطب کیا اس کے بعد حضرت محدث سورتی کے حکم اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہا کی طلب پر بریلی شریف حاضر ہوئے اور مدرسہ منظر اسلام سوداگران بریلی میں تدریسی خدمات پر مامور ہو گئے۔ اور عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان کے شب و روز دیکھنے کا موقع ملا زہد و تقویٰ اور شریعت و طریقت کی مکمل پاسداری اور عشق رسالت میں ڈوبی ہوئی زندگی نے دل میں گھر کر لیا۔ مرشد کی تلاش تھی ہی امام بریلوی کے ہاتھ پر بیعت ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیں ساتھ ہی فاضل بریلوی کی بارگاہ میں رہ کر فقہ و فتویٰ کی مزید مہارت بھی حاصل کر لی۔ گویا امام اہل سنت آپ کے مرشد طریقت بھی ہوئے اور استاذ شریعت بھی، فن معقولات میں مہارت اور علوم حدیث میں درک تو تھا ہی اعلیٰ حضرت کی صحبت بابرکت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور سندات حدیث سے بھی نوازا۔ تقریباً اٹھارہ سال شیخ کامل اور مجدد وقت کی بارگاہ سے اکتساب فیض کر کے آپ کے ظاہری و باطنی کمال کا سونا بالکل نکھر گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا آپ کو صدر الشریعہ اور بدر الطریقہ کے عظیم و موزوں لقب سے یاد کرتی ہے۔ اور آپ کے علم کا آفتاب آج پوری دنیا کو اپنی کرنوں سے منور کر رہا ہے۔ اور ہندو پاک میں دوسرا کوئی مدرس نہیں نظر آتا جس کا فیض اس قدر عام و تام ہو اور جس کے زمرۂ تلامذہ کی کوئی مثال نہ پیش کی جا سکتی ہو، آج دنیائے اسلام کے لاکھوں علماء اسی بحر علم سے فیضیاب ہو کر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس کا مقدس فریضہ انجام دیتے نظر آ رہے ہیں۔

پیلی بھیت اور بریلی شریف کے علاوہ آپ نے مدرسہ حافظیہ دادوں، علی گڑھ مدرسہ حنفیہ پٹنہ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف اور بنارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔

دینی خدمات :۔ حضرت صدر الشریعہ اعظمی علیہ الرحمہ نے دین کی تبلیغ و اشاعت کے تمام ہی مروج طریقوں کو اپنایا اور خوب خوب دین کی خدمت کی دینی خدمات میں سب سے اہم اور بنیادی حیثیت تدریس کو حاصل ہے کہ اسی سے دینی کام کرنے کے لئے افراد فراہم ہوتے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے اس پر سب سے زیادہ توجہ دی جس کے بہتر اثرات ہمارے سامنے ہیں۔ دوسرا اہم طریقہ تقریر و خطابت کا ہے کہ عوام کو اسی کے ذریعہ فیض پہنچایا جا سکتا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تقریر و خطابت کے ذریعہ بھی قلوب و اذہان کے تطہیر کا فریضہ انجام دیا۔ اور کتنے ہی گم کردہ راہوں کو راہ راست سے ہمکنار کیا۔ تیسرا طریقہ قوم کی اصلاح و تربیت کا بیعت و ارشاد ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس راستے سے بھی امت کی اصلاح اور تزکیہ باطن کا فریضہ انجام دیا۔

آپ کے مشاہیر خلفاء یہ ہیں، جنہوں نے آپ کے سلسلہ بیعت کو فروغ دیا۔ حضور حافظ ملت، مولانا غلام جیلانی گھوسوی، مولانا غلام یزدانی اعظمی، مولانا عبدالحق گجہڑوی مبارکپوری، مولانا مفتی محمد شریف

الحق امجدی، مولانا مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی)

چوتھا طریقہ۔ تصنیف و تالیف ہے، جو تدریس کے بعد سب سے اہم ہے کہ اس کے اثرات بھی دیرپا اور دوررس ہوتے ہیں، اس باب میں بہار شریعت کو جو مقام حاصل ہے وہ اظہر من الشمس ہے، کہ بجاطور پر اس کو فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔ فقہی جزئیات و مسائل کا ایسا ذخیرہ اردو زبان میں کوئی دوسرا نہیں پیش کیا جاسکتا ہے۔ جس کے بیس حصے چھپ کر مقبول خاص و عام ہیں۔ سترہ حصے آپ نے لکھے باقی تین حصے آپ کے تلامذہ نے آپ ہی کے نہج پر مکمل کئے۔

دوسرا عظیم سرمایہ فتاویٰ امجدیہ ہے جس کے تین حصے چھپ چکے ہیں، چوتھا منظر عام پر آنے کو ہے، تیسری زبردست تصنیفی خدمت حاشیہ طحاوی شریف ہے جو صرف جلد اول کے نصف اول کا حاشیہ ہے۔ مزید کے لئے زندگی نے وفا نہ کی یہ حاشیہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

پانچواں طریقہ :۔ احقاق حق و ابطال باطل کا ہے لہٰذا حضرت صدرالشریعہ نے وقت پڑنے پر مناظرہ و مباحثہ کر کے اس فریضے کو بھی بحسن و خوبی انجام دیا۔

وصال :۔ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۹۲۲ء میں حضرت صدرالشریعہ نے پہلا حج ادا کیا۔ دوسرے سفر حج کے لئے ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء میں بمبئی پہنچے مگر وقت رخصت آن پہنچا تھا کہ ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ بروز دوشنبہ بارہ بجکر ۲۲ منٹ پر شب میں داعی اجل کو لبیک کہا اور روح ملا اعلیٰ سے جا ملی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ نعش مبارک بمبئی سے گھوسی لائی گئی، اور آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

امام احمد رضا کے احب الخلفاء۔ حدیث فقہ کے ایسے ماہر اور تعلیم و تدریس کے ایسے باکمال و بافیض عالم اور امام اہل سنت کے بعد جماعت اہل سنت کے سب سے بڑے محسن کی بارگاہ میں عقیدت کا خراج پیش کرنے اور ان کے کارناموں سے قوم کو روشناس کرانے کے لئے آنے والے عرس امجدی میں خصوصی پروگرامات ہوں گے۔ اور بعض اہم کتابیں بھی منظر عام آئیں گی۔ اہل علم، اہل دین اور اہل تعلق سے شرکت اور حصہ لینے کی پرخلوص گذارش ہے۔

وادئ نور کی طرف

ایک مقدس سفر کی سرگذشت

مولانا محمد وارث جمال قادری
جنرل سکریٹری آل انڈیا تبلیغ سیرت بمبئی

ہم نے اپنی کتاب "عربی مدارس اور جدید عصری تقاضے" میں جنوبی ہند کے دو عظیم دینی ادارے مرکز الثقافۃ السنیہ کالیکٹ کیرالا و جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ کیرالا کے ہمہ جہت و عظیم دینی، ملی و علمی اور ان کے تاریخی کردار و عمل کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے اور ان کی حیرت ناک مثالی مرکزیت پر گفتگو کرتے وقت شمالی ہند کے عربی درسگاہوں کی توجہ خاص ان کی طرف مبذول کراتے ہوئے عرض کیا تھا۔

"کہ ہم جنوبی ہند کی ان عظیم درسگاہوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کر سکے کہ ہم ان سے ایسے لاتعلق و بے خبر ہیں کہ جیسے ملک کا وہ خوشحال ترین ترقی و تعلیم یافتہ علاقہ برصغیر ہند کے بجائے کسی دوسرے بر اعظم میں بسا ہو' ہمیں یورپ و امریکہ و افریقہ کے مذہبی حلقوں اور وہاں کے دینی خدمات کی خبر تو ہے۔ مگر ہم اپنے ہی ملک میں آباد ایک خطے سے بالکل بے خبر ہیں۔

دیوار برلن تو گر گئی مگر نارتھ و ساؤتھ کے درمیان جو دیوار چین حائل ہے اسے ہم ابھی گرا نہ سکے۔"

ان دونوں اداروں اور ان کی ہمہ جہت دینی و ملی خدمات کو خود تو نہیں دیکھا لیکن ہم نے اپنی کتاب "عصر جدید کے تقاضے" میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مصدقہ اطلاعات اور اپنی صحیح معلومات کی بنیاد پر لکھا تھا۔ ہواؤں میں ہم نے کبھی تیر نہیں چلایا۔

خواہش تو تھی اور اب بھی ہے کہ ان اداروں کو بہت قریب و بہت سکون و اطمینان سے دیکھا جائے۔ جو جنوبی ہند میں شہرستان علم و فضل کی شکل میں دین و سنیت کا وقار و عظمت اور پورے برصغیر ہند میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا سرمایہ افتخار بنی ہوئی ہیں۔ فلحمد للہ رب العالمین۔

حسن اتفاق کہئے کہ وہاں پہونچنے کی ایک سبیل پیدا ہو گئی تھی اور میں کاسرکوڈ پہنچا بھی مگر افسوس ہزار خواہش کے باوجود حالات نے وہاں یعنی جامعہ سعدیہ پہونچنے نہیں دیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

اس اجمال کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے۔

غالباً اگست کے آخری عشرے میں جامعہ سعدیہ اور مرکز الثقافۃ السنیہ کے معتمد علیہ عزیزم مولانا

شاہ الحمید صاحب میرے آفس دوناگی بمبئی۔ ۸ میں تشریف لائے اور مجھے مرکز الثقافۃ السنیہ الاسلامیہ کے سالانہ اجلاس جو دسمبر ۱۹۹۶ء کے ۲۰/۲۱/۲۲ تاریخ کو ہو رہے ہیں اس میں شرکت کی خصوصی دعوت پیش کی۔ عزیزم مولانا موصوف سے یہ میری تیسری ملاقات تھی ایک سال پہلے وہ پہلی بار میرے رفیق درس محترم مولانا صوفی غلام حسین قادری نوری شافعی کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ جامعہ سعدیہ کے کلنڈر پر اردو زبان میں اپیل لکھوانے کے لئے۔ ان کی خصوصی گذارش پر اپیل تو میں نے لکھدی۔ اور وہ کلنڈر اسی اپیل کے ساتھ شائع بھی ہوا۔ لیکن موصوف سے محبانہ شکوہ یہ ہے کہ خود میں اپنی لکھی ہوئی اپیل چھپی ہوئی نہیں دیکھ سکا۔ اس بار مرکز الثقافۃ السنیہ الاسلامیہ کے کلنڈر کے لئے قدرے تفصیلی اپیل لکھوا کر لے گئے ہیں دیکھئے مرکز الثقافۃ کے کلنڈر کی زیارت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

مولانا نے دسمبر ۹۶ء کے اجلاس کے لئے بصد خلوص اصرار کیا مگر میں نے معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو منگلور کے لئے میری فلائٹ ہے۔ ۱۱ اکتوبر کو حضرت سیدنا مالک بن دینار میں میری حاضری کا پروگرام پہلے سے طے ہے بلکہ ظہر کی نماز میں ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد میں پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس لئے اتنی جلدی دوسرا سفر شاید نہ کر سکوں۔ اس لئے میں دسمبر ۹۶ء کے سالانہ اجلاس میں شرکت کا وعدہ نہیں کر سکوں گا۔

میرے کاسر کوڈ پہنچنے کی یقینی خبر سے وہ بہت مسرور ہوئے اور عالم سرخوشی میں کہنے لگے حضرت ہمارا دوسرا سب سے بڑا دینی ادارہ جامعہ سعدیہ حضرت مالک بن دینار سے بہت قریب ہے صرف تین یا چار کیلو میٹر! تو آپ وہاں ضرور تشریف لائیں بلکہ دوپہر کا کھانا جامعہ سعدیہ میں کھائیں ہم وقت پر حضرت مالک بن دینار میں گاڑی لیے حاضر رہینگے۔

میں نے کہا مولانا! دعوت اور حضرت مالک بن دینار میں میرے استقبال کے لئے آپ کی موجودگی یہ تو آپ کے اخلاق واخلاص کا ایک حصہ ہے۔ بالفرض آپ سے میری یہ ملاقات نہ بھی ہوتی اور نہ ہی کاسر کوڈ میرے پہونچنے کی اطلاع! تاہم اگر یہ بات مجھے معلوم ہو جاتی کہ میں کیرالا میں علم وفن کے دوسرے سب سے بڑے مینار جامعہ سعدیہ کے قریب پہونچ چکا ہوں تو اس کے جلوؤں سے دل ونگاہ معمور کرنے میں از خود پہونچ جاتا۔ ؂

جنوں میں شرط ہے ہر وقت چاک دامانی
نگار موسم گل کا نہ انتظار کرو

انھوں نے کہا نہیں مجھے آنا ہی ہے کہ وہاں سے ہمارا مرکز جو کالیکٹ میں ہے مرکز الثقافۃ السنیہ الاسلامیہ بائی روڈ صرف ۶ گھنٹے کا راستہ ہے۔ لگے ہاتھ اسی سفر میں وہاں لے کر آپ کو پہونچنا ہی ہے۔ پھر موقع ملے نہ ملے۔ اگر آپ اکتوبر ۱۹۹۶ء کے سفر میں وہاں پہونچ گئے تو پھر دسمبر کے اجلاس کے لئے اصرار نہیں کروں

گا۔

میں نے جامعہ سعدیہ میں حاضری کا حتمی وعدہ کرلیا۔ مگر کالی کٹ کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا میرے پروگرام کا شڈول پہلے سے بن چکا تھا ۱۲ تاریخ کو بذریعہ ہوائی جہاز واپسی بھی کنفرم ہو چکی تھی۔ مولانا نے اصرار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کالی کٹ سے ممبئی کے لئے پلین کا ہی ارجنٹ کرینگے۔ مجھے یہاں ممبئی میں آپ کی مصروفیت کا احساس ہے۔ میں نے کہا وعدہ تو نہیں کروں گا مگر وہاں پہونچنے کے بعد وقت وحالات پر منحصر ہے۔ پھر میں نے فون پر اپنے منگلور کے میزبان محترم سید فرید صاحب سے تفصیلی بات کرادی جس پر وہ مطمئن اور خوش ہو گئے۔

برادر دینی محترم سید فرید احمد کو ذی انڈیا پرائیوٹ لمیٹڈ بائیکلہ اور ان کا پورا خانوادہ یعنی برادر اکبر محترم سید خلیل و سید محمد ہاشم و سید غیاث و عزیزم سید ناصر صاحبان مجھ سے دیرینہ اخلاص و محبت رکھتے ہیں۔ میرا ان کا رشتہ صرف اور صرف دین وسنیت کا ہے۔ ابتداء ہی سے ان سب بھائیوں نے ایک عالم دین کی حیثیت سے مجھے جو احترام دیا اس میں کبھی بھی سرمو فرق نہیں آنے دیا۔ نہ میں ان کا پیر ہوں نہ پیرزادہ اور نہ استاذ ہوں اور نہ استاذ زادہ اور نہ کسی مخصوص نوعیت کا صاحبزادہ میرے اور ان کے درمیان صرف ایک قدر مشترک ہے "وہ ہے دین و سنیت "اور میرے نزدیک یہی دینی رشتے سب سے زیادہ معتبر ہوتے ہیں۔ خونی رشتے کب دغا دے جائیں۔ کب بدمذہبیت کا شکار ہو کر یا نوح لیس من اھلک کے مصداق ہو جائیں کیا ٹھکانہ ؟

آج آخر پوری دنیا میں جہاں کہیں مسلمان ظلم وستم کے شکار ہوتے ہیں تو دنیا بھر کے مسلمان بے چین ہو جاتے ہیں چاہے وہ فلسطین ہو یا عراق، بوسنیا ہو یا چیچنیا، افغانستان ہو یا کشمیر، یہ بے چینی صرف دینی رشتے کے حوالے سے ایمان کے رشتے سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہوتی ہے۔ انما مومنون اخوۃ معلوم ہوا کہ دین ہی کا رشتہ سب سے مضبوط رشتہ ورنہ رشتے دار تو ابو لہب بھی تھا، یزید بھی تھا اور عمرو بن سعد بھی ۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب زروم
زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی است

چنانچہ اسی دینی وایمانی رشتے اور دیرینہ اخلاص و محبت کے پیش نظر محترم سید فرید احمد صاحب نے اپنے سب سے چھوٹے بھائی عزیزم سید محمد ناصر سلمہ کی شادی میں خصوصی شرکت کے لئے اپنے آبائی وطن اسرار الدین کمبل تعلقہ منگلور چلنے کی دعوت بصد خلوص واصرار پیش کی تو میں نے اسے مشروط کرتے ہوئے کہا "سنا ہے کہ آپ کے یہاں سے حضرت سیدنا مالک بن دینار کی بارگاہ زیادہ دور نہیں۔ تو اگر آپ مجھے وہاں پہونچانے کا وعدہ کریں تو کمر ہمت کسوں کہ میں سفر کرنے سے گھبراتا ہوں اتنی دور تو ان کی بارگاہ قدس میں حاضری کی نیت سے چل سکتا ہوں تاکہ اتنی دور چلنے کا بھی اجر مل جائے۔" انما الاعمال بالنیات

انھوں نے بڑی خوشی سے اس کا وعدہ فرمالیا کہ وہاں پہونچانا ہی نہیں بلکہ میں خود لے کر آپ کو

چلوں گا۔ یہ ہماری محرومی ہے کہ ابھی تک ہم وہاں حاضر نہیں ہو سکے مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ ان کی بارگاہ میں میری حاضری ایک عالم دین کے ساتھ ہوگی۔ میرے اس مشروط دعوت قبول کرنے سے وہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ایک بجے منگلور کے ہوائی اڈے "بچے" "پہونچے اپنے وعدے کے مطابق سید فرید احمد صاحب اپنے احباب کے ساتھ ہمیں لینے کے لئے ایئرپورٹ پر موجود تھے۔ طیارہ ایک گھنٹہ اپنے معمول سے لیٹ پہونچا اپنے اپنے مہمانوں کا استقبال کرنے والے الانتظار اشد من الموت کے مرحلے سے گذر چکے تھے۔ سوا گھنٹے کی کل مسافت جس میں ایک گھنٹہ تاخیر۔ ٹرینوں کی طرح جب ایک ایک گھنٹے طیارے لیٹ ہونے لگیں تو پھر کیا پوچھنا اور یہ بے قاعدگی صرف انڈین ایر لائنز میں ہوتی ہے۔ پرائیویٹ ایر بسوں میں تو اتفاقی حادثے کے طور پر خلاف معمول و خلاف وقت پروازیں ہوتی ہیں۔ جیسے ایسٹ ویسٹ، دمانیہ، جٹ وغیرہ کہ یہ اپنے مسافروں کو صحیح وقت پر لے کر اڑتی ہیں۔ لیکن ہمارے اس عظیم ملک کی سرکاری مشنریاں اپنی انھیں حسب معمول کوتاہیوں کی وجہ سے امتیازی شان رکھتی ہیں۔ ہمارے اس ملک میں سیاسی سطح پر غلطیاں گھپلے یا نظام حکومت میں خامیاں کوتاہیاں چھوٹی چھوٹی نہیں ہوتیں کہ اس سے ملک کی بڑائی میں فرق پڑتا ہے۔ مہنگائی بھی بڑھانے کے لئے پہلے ارباب اقتدار اس بات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ مہنگائی بھی اتنی ہی بڑی ہونی چاہیے کہ جتنا بڑا یہ ملک ہے۔ اسی طرح سیاسی سطح پر اگر عوام کو لوٹا جاتا ہے تو یہ ڈاکہ زنی معمولی درجے کی اور معمولی لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ اس غیر معمولی ملک کے غیر معمولی لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ ملکی سطح پر بد نظمی و بد انتظامی ہی اس وقت ہمارے اس عظیم الشان ملک کی پہچان ہے چونکہ پلین کا سفر سب سے زیادہ مہنگا ہے اور دن بدن مہنگا ہوتا جارہا ہے۔ حالانکہ پلین میں صرف آسودہ حال ہی سفر نہیں کرتے بلکہ متوسط درجے کے لوگ بھی حالات سے مجبور ہو کر سفر کرتے ہیں۔ اس لئے پلین کا کرایہ جست لگا کر نہیں بڑھنا چاہیے۔ اندرون ملک تو اس سفید ہاتھی سے سابقہ آئے دن پڑتا رہتا ہے۔ مگر ہمیں نہیں یاد پڑتا ہے کہ انڈین ایر لائنز نے کبھی صحیح وقت پر اڑان بھری ہو۔ اور اب تو ان کی سروس بھی پرائیویٹ کمپنی کے مقابلے ناقص ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب پرائیویٹ ایر بسوں میں جگہ نہیں ملتی تبھی آدمی انڈین ایر لائنز میں آکر پھنستا ہے۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہم ہوائی اڈے سے سید فرید صاحب کے مکان کی کمبل پہونچ گئے۔ جدید اور عصری ضرورتوں سے آراستہ ایک وسیع و عریض اور خوبصورت بنگلہ جس کے ہر زاویئے سے امارت و خوشحالی نمایاں تھی۔ فلحمد لله علی نعمائلہ الکاملة

اسرار الدین سنی حنفی مسجد :۔ اسی دن دوپہر کے کھانے میں دار العلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی کے سند یافتہ حافظ و قاری محترم عبد الغنی صاحب رضوی خطیب امام اسرار الدین سنی حنفی مسجد کی کمبا پوسٹ کی کمبل اپنے چند حافظ قاری ساتھیوں کے ساتھ ملے اور کھانے کے فوراً بعد یہ لوگ مجھے اپنی مسجد لے گئے کہ یہاں

شادی کے گھر کی بہ نسبت کافی سکون بھی رہے گا آرام بھی اور ہم لوگوں کو استفادہ کا موقع بھی ملے گا۔ امام صاحب نے میری آمد پر بہت زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور بڑا ہی پر خلوص تعاون پیش کیا۔ میں کئی دنوں تک وہاں رہا اور بار بار اس مسجد میں نماز پڑھی اور پڑھائی بھی! میں جب بھی حاضر ہوتا امام صاحب اس حد تک احترام واہتمام فرماتے کہ میزبانی نازبرداری کی حدوں میں داخل ہو جاتی۔ مولی عزوجل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انھیں اس حسن خدمت وسعادت کا صلہ عطا فرمائے۔

کنی کہا ایک دیہاتی قصبے کا ایک اہم چوراہا ہے جہاں سے مختلف شہروں کی طرف روڈ جاتے ہیں وہاں دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی عام طور پر اس بازار میں کام کرنے والوں کی ظہر وعصر کی نمازیں قضا ہو جاتی تھیں۔ بے شک یہ مسجد وہاں کے مسلمانوں کی ایک شدید دینی ضرورت تھی۔ جسے سید فرید احمد وسید خلیل وسید محمد ہاشم وسید غیاث وسید ناصر صاحبان نے اپنے صرف خاص سے زمین خرید کر بنوایا۔ فجز اهم الله احسن الجزا فی الدارین۔ البتہ مسجد سے متصل ہی ایک ایکڑ زمین لب روڈ دینی مدرسہ قائم کرنے کی نیت سے جو خریدی گئی ہے وہ سید فرید صاحب نے اپنے متعلقین واہل محبت و دیگر اہل خیر مسلمانوں کے خصوصی تعاون سے خریدی ہے۔ اور وہاں پر صاحب حیثیت واہل خیر مسلمانوں کے خصوصی تعاون سے سید فرید و برادران نے ایک بڑا دینی ادارہ قائم کرنے کے لئے کمر ہمت کس لی ہے۔ وہاں زمین بہت مہنگی ہے۔ انھوں نے مجھے یہ خوش خبری سنائی ہے کہ حضرت اب ہم مسجد سے فارغ ہو گئے ہیں اب ہم جلد ایک منفرد و بڑے دینی ادارے کی طرف متوجہ ہو نگے۔ پہلے قدم کے طور پر زمین جو سب سے اہم مسئلہ تھا اسے ہم نے حاصل کر لی۔ ایک ایکڑ زمین اس علاقے میں دینی اداروں کی بڑی کمی ہے اگر کہیں کچھ ہے بھی تو صرف مکتب یا مکتب نما۔ میں یہاں بمبئی میں بار بار انھیں ایک قابل ذکر و مثالی ادارہ قائم کرنے کی ترغیب دیتا رہا۔ کہ آپ لوگ صاحب حیثیت وصاحب وسائل ہیں۔ چاہیں تو بڑے پیمانے پر ایک دینی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ دین وسنیت کی موثر خدمات میں دینی اداروں کا کردار ہمیشہ بڑا کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے۔

مسجد اور اس سے ملی ہوئی زمین وہ بھی لب روڈ اسے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی اس کا محل وقوع بہت شاندار ہے۔ وہ مسجد سطح زمین سے کافی بلندی پر پہاڑ کھود کر بنائی گئی ہے۔ بمبئی کی طرح نمازیوں کے لئے تمام سہولتیں وضو وطہارت کے ساتھ موجود ہیں۔ اس مسجد میں امام وموذن کے لئے دو فلیٹ بھی بنائے گئے ہیں کہ وہ اپنی فیملی کے ساتھ بہت سکون واطمینان کے ساتھ رہ سکیں اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ بمبئی جیسے عظیم شہر میں بھی یہ سہولت نہیں ہے حالانکہ بمبئی جیسے شہروں کی مساجد میں امام کے لئے فیملی روم ضرور ہونا چاہیے۔ کاش ٹرسٹیان مساجد اس کی طرف توجہ کر سکیں۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی جانب مشرق پہاڑوں، کوہساروں اور سبز پوش وادیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ دور دور تک خوبصورت قدرتی مناظر جنھیں دیکھکر دل ونگاہ مسرت وشادمانی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ نیچے کافی گہری وادیوں میں ناریل وسپاری کے درختوں کے جھنڈ اور ان کے گرد پھیلے

ہوئے سبز پوش پہاڑیوں کا حسن قابل دید ہوتا ہے۔

اسی دن ۸ نومبر کو بعد نماز عصر مسجد کے امام محترم حافظ عبدالغنی صاحب نے کہا حضرت اس علاقے کے ایک بڑے بزرگؒ جن کے نام پر یہ پوری آبادی ہے۔ اور جو اس پورے علاقے کے نسلاً بعد نسل مرکز عقیدت ہیں حضرت سیدنا اسرارالدین کمبل علیہ الرحمہ۔ کیا وہاں فاتحہ خوانی و حاضری کے ولئے چلینگے؟

میں نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ ان کا تذکرہ تو بہت دنوں سے میں سن رہا ہوں۔

چنانچہ ہم لوگ وہیں سے آٹو رکشہ کے ذریعے ان کے مزار شریف پر حاضر ہوئے۔ حضرت سید اسرارالدین کمبل علیہ الرحمہ اب سے تقریباً چار صدی پیشتر بیجاپور سے یہاں تشریف لائے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں۔ صرف چند واسطوں سے آپ کا مبارک سلسلہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلی سے جاملتا ہے۔ بیجاپور سے آتے وقت آپ کے ساتھ آپکے ایک شاگرد اور ایک اھل محبت مرزا صاحب تھے۔ آج یہ آبادی جو ایکسو ایکڑ میں پھیلی ہوئی تین ہزار لوگوں پر مشتمل ہے جو اسرارالدین کمبل کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے اس کا نام "ہلگل گڈے" تھا یعنی جنگل و بیابان، یہ سات شیطانوں کی بستی تھی اس علاقے سے گذرتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے اور اس سے دور ہی دور رہتے تھے جنگل و پہاڑ سے گھری ہوئی شیطانوں کی بستی ہی کو آپ نے اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا۔ بے شک اللہ والے جنگل کو منگلؒ ویرانے کو آباد اور خرابے کو شاد آباد کر دیتے ہیں۔

اسرار الاولیاء حضرت سید اسرارالدین علیہ الرحمہ نے اللہ کے حکم سے اس جنگل و پہاڑیوں سے گھری ہوئی شیطانوں کی اس بستی کو اللہ کے بندوں سے آباد کرنے کا عزم کر لیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و عنایات سے آپ نے ان شیطانوں پر قابو پایا۔ ۶ چھ شیطانوں کو ختم اور ایک کو وہاں مقامی لوگوں کی خدمت اور بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانے پر مامور کیا جو آج بھی بحسن و خوبی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔ آج بھی اس بستی میں اگر کوئی اجنبی یا مہمان اپنی منزل کا راستہ بھول جاتا ہے تو آس پاس کہیں سے ایک آدمی نمودار ہوگا اور اسے اس کی مطلوبہ جگہ پر پہونچا کر ہٹ جائے گا۔ یعنی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔

اسرارالدین کمبل شریف :۔ اس بستی کا نام اسرارالدین کمبل شریف ہے غیر مسلم حضرات بھی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور ہیں اس لئے وہ ان کو گرو کمبل کہتے ہیں۔ اسرارالدین کمبل پوسٹ کنی کمبل تعلقہ منگلور۔ کرناٹک کا مشہور شہر جو ساحل سمندر پر آباد ہے۔ جہاں بندرگاہ بھی ہے یعنی منگلور وہاں سے صرف ۱۸ کلو میٹر دور ہے۔

کمبل کی وجہ تسمیہ :۔ آپ کا پورا نام تو محمد اسرارالدین ہے اس نام کے ساتھ کمبل کا اضافہ یہیں آکر ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ یہاں آئے تو آپ کے پاس ایک کمبل تھا جس کو آپ بچھا کر اسی پر آرام کرتے

تھے۔اس علاقے کی حکمراں رانی نگر جنم کا ایک لڑکا سالوں سے بیمار تھا ہر طرح کا علاج کرا کے مایوس ہو چکی تھی۔ اس نے جب سنا کہ میری ریاست میں ایک مسلمان فقیر آیا ہے جس کی دعاؤں سے مریض اچھے ہو جاتے ہیں۔ تو اسے اپنے بیٹے کے لئے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ چنانچہ وہ خود ہی اپنے بیٹے کو لے کر فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑے مودبانہ انداز میں دعا کی طالب ہوئی۔ آپ نے ایک بوتل پانی میں کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا اسے پلاتے رہو۔ دعا کا پانی پینے سے رانی کا لڑکا ایک ہفتے کے اندر ہی اندر مکمل طور سے شفایاب و صحتمند ہو گیا۔

نہ دیکھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

رانی بہت خوش ہوئی شکر گذاری و خوشنودی کے لئے کچھ گراں قدر تحفے و نذر دینی چاہا مگر آپ نے کچھ قبول نہیں کیا۔اس کے اصرار پیہم پر آپ نے فرمایا اچھا یہ ہمارا کمبل ہے یہ جہاں تک پہونچے اتنی جگہ مجھے قیمتا دیدو، چنانچہ آپ کے کمبل کا اون نکال کر اسے پھیلایا گیا تو وہ ایک سو ایکڑ کے رقبے تک پہونچ گیا۔اتنی زمین رانی نے تحفتاً دینا چاہا مگر آپ نے قیمت دینے پر اصرار کیا، بالآخر حضرت کی خوشی کی خاطر اس نے کچھ رقم لے کر وہ ایک سو ایکڑ زمین تانبے کے پتر پر لکھ کر دے دیا۔ تانبے کا وہ پتر آج بھی حکومت کرناٹک کی تحویل میں ہے اسی ایک سو ایکڑ زمین پر آپ کا مزار شریف، مدرسہ، مسجد اور آپ کی عقیدت مندوں کی نسلیں (جو اب تین ہزار تک پہونچ گئی ہیں) آباد ہیں۔ بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ ہر خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر گویا کہ وہ پوری آبادی اپنے آپ کو حضرت سید اسرار الدین کمبل علیہ الرحمہ کی پناہ میں سمجھتی ہے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی اک نگاہ میں ہے

گاؤں و اہل محلہ ہی نہیں وہ پورا علاقہ حضرت اسرار الاولیاء قدس سرہ العزیز سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔اپنے وطن سے دور وہ جہاں بھی رہے اپنی عقیدت کا چراغ دلوں میں جلائے رہے۔ خود یہاں بمبئی میں ان کے اہل محبت نے کئی یادگاریں ان کے نام سے قائم کر رکھی ہیں۔(۱) محفل اسرار الدین کمبل (۲) اسرار الدین ایجوکیشن سوسائٹی رجسٹرڈ (۳) جمعیۃ اسرار الدین کمبل ان کے نام اور ان کی یاد میں یہ تین ادارے صرف بمبئی میں ہیں۔اور اپنے وطن اسرار الدین کمبل تعلقہ منگلور میں تو کئی مساجد، درگاہیں و ادارے ان کے نام سے منسوب ہیں۔ (۱) درگاہ و جامع مسجد اسرار الدین کمبل (۲) اسرار الدین سنی حنفی مسجد کنی کمبا (۳) دار العلوم اسرار الدین کمبل (۴) اسرار الدین گوڈ اردو اسکول (۵) اسرار الدین اردو ہائی اسکول (۶) اسرار الدین ہنڈی کرافٹ و نرسری کلاسس وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو ان کی عقیدت و یاد کی اجتماعی شکلیں ہیں انفرادی طور پر بھی اہل عقیدت اپنے تجارتی فرموں کے نام حضرت اسرار الاولیاء کے نام پر رکھے ہوئے ہیں، جیسے اسرار الدین الکٹرکس، اسرار الدین فرنیچرس، اسرار الدین ٹیلرس وغیرہ۔ وہاں کے لوگوں میں یہ ان سے عقیدت کی انفرادی جھلکیاں ہیں۔ حضرت

کا عرس ہمیشہ بڑی پابندی کے ساتھ ۲۳ شوال المکرم کو منایا جاتا ہے بڑے ہی تزک و اہتمام کے ساتھ۔

حضرت کا روحانی تصرف :۔ تقریباً چار صدی ہونے کو آئے اتنی بڑی آبادی میں صرف مسلمان آباد ہیں۔ غیر مسلموں کے صرف دو گھر ہیں برائے نام آج تک تیسرا نہ ہو سکا۔ انھیں کسی نے روکا نہیں اور نہ وہاں انھیں بسنے کی کوئی ممانعت ہے۔ اور نہ ہی وہاں مسلمانوں کی ایسی کوئی منوپولی ہے۔ سندھیوں، گجراتیوں، پارسیوں اور جینیوں کی طرح کہ وہاں ان کی ہندو برادری کے سوا کوئی دوسرا نہیں رہ سکتا۔ خاص کر مسلمان! ایسی کوئی بات یہاں نہیں غیر مسلموں نے بہت بار حوصلہ آزمایا وہاں سکونت اختیار کرنے کے لئے مگر وہ خود ہی نہیں رہ سکے۔ بھلا ایسی جگہ کون نہیں رہنا چاہے گا جو محل وقوع کے اعتبار سے بہت پرامن بہت پرسکون بہت ہی سرسبز و شاداب جسے دیکھ کر کسی ہل اسٹیشن کا گمان ہو، بارہا ایسا ہوا کہ غیر مسلم حضرات خوشی سے آئے گھر بنائے، بس ایک رات رہے دوسری صبح بڑی خاموشی کے ساتھ کوچ کر گئے۔ اللہ اللہ یہ کیسا اسرار ہے؟ کیسی روحانیت اور کیسا تصرف ہے خدا کے ایک پراسرار بندے کا۔

الٰہی یہ تیرے پراسرار بندے ۔۔۔ ہے بخشا جنھیں تو نے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے ہیں کوہ و صحرا ۔۔۔ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

ایک صاحب کرامت بزرگ :۔ اسرار الاولیاء حضرت سید اسرار الدین کمبل ایک صاحب تصرف و صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کے عقیدت مندوں و اہل محبت نے ان کے نام سے چھوٹی بڑی اتنی یادگاریں قائم کر ڈالیں مگر ان کی حیات و خدمات پر باقاعدہ اب تک کوئی کتاب نہ پیش کر سکے۔ میں کئی بار سید فرید صاحب کو کچھوکے اکا چکا ہوں کہ اتنے بڑے صاحب نسبت و صاحب فیض بزرگ اور ان کی ولایت کی خوشبو کو آپ لوگ اپنے علاقے سے باہر نکلنے نہیں دینا چاہتے ہیں۔ آہ کیسے کیسے عظیم المرتبت بزرگان دین ہیں کہ مقامی آبادی ان کارناموں اور تذکرہ محبت کو نسلاً بعد نسل، سینہ بسینہ بڑی دیانت داری کے ساتھ ایک امانت کی طرح محفوظ کیے ہوئے ہیں مگر ترقی کے اس دور میں بھی ان کے تذکروں کو کاغذ پر منتقل کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دینے کی سنجیدہ کوششیں اب تک نہیں ہو سکی۔ خیر وہ تو ایک دیہات ہے۔ ترقی یافتہ ہی سہی مگر وہ بمبئی تو نہیں۔ یہاں بمبئی کے مشہور ترین بزرگوں اور یہاں کی مشہور ترین درگاہوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔ آپ حاجی علی، حاجی ملنگ، شیخ مصری، حضرت بابا بہاؤالدین، مہائم شریف حضرت مخدوم قطب کو کن کے بارے میں یہی بتادیا جائے کہ وہ کون تھے؟ کہاں سے آئے؟ اسلام کی کیا خدمات انجام دیں؟ ان کے علاوہ بمبئی و مضافات بمبئی میں ایک درجن سے زائد معروف درگاہیں اور اولیاء اللہ کے آستانے ہیں جہاں بے شمار بندگانِ خدا کی حاضری ہوتی ہے اور ان کی حاضری کے سبب بے پناہ و بے تحاشا روپے کا مینہ برستا ہے۔ مگر ان درگاہوں میں آئے ہوئے بے پناہ لاکھوں کروڑوں روپے کہاں جاتے ہیں۔ کس مد میں خرچ ہوتا ہے۔ اس روپے سے عوامی فیض رسانی کی کیا شکلیں ہیں۔ اور اگر کہیں کچھ ہے بھی تو آمدنی کے مقابلے میں اس کی حیثیت اونٹ کے منہ میں زیرہ کی ہے۔ اور

ان درگاہوں کی لاکھوں کروڑوں کی آمدنیوں پر بہت کھل کر گفتگو آگے کریں گے، ابھی تو ان کے ذمہ دار اور ان کی لاکھوں کروڑوں روپئے کی آمدنیوں کے مالک حضرات عوام کو یہی بتادیں کہ یہ بزرگان دین کون تھے؟ صرف مخدوم مہائمی پر چند سال پیشتر تک قصہ "گل بکاؤلی" کے طرز پر ایک سڑک چھاپ چند ورقی کرامت نامہ کے علاوہ اور کیا تھا۔ چند برس پہلے پرواز اصلاحی صاحب نے مخدوم مہائمی کے عنوان سے آنسو پونچھنے کی ایک سعی مشکور کی تھی۔ ان کے علاوہ اور اتنی بہت ساری مشہور درگاہوں واصحاب درگاہ کے بارے میں عوام تو الگ خواص ہی کیا جانتے ہیں؟

کرامت: اللہ والوں کے لئے کرامت اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی جتنی بڑی حیثیت استقامت کی ہے۔ دین پر استقامت تو ایک بڑی کرامت ہے۔ اور اس دور بے دینی میں تو استقامت و تصلب فی الدین اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سب سے بڑی کرامت ہے۔ پھر مختلف ادوار میں بزرگانِ دین سے کرامتوں کا ظہور ہوا وہ بھی زمانے کے حالات وتقاضے کے مطابق دینی ضرورتوں کے لئے۔

اسی طرح اسرار الاولیاء حضرت سید اسرار الدین کمبل سے کرامتوں کا ظہور ہوا۔ مقامی اہل عقیدت کے سینوں میں پوری محبت واحترام کے ساتھ ان کی عظمتوں و کرامتوں کی قندیل روشن ہے۔ وہابیت ودیوبندیت" غیر مقلدیت کی شکل میں سعودی پٹرو ڈالر کی بدولت آج گمرہی وبے دینی وبد عقیدگی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے۔ ایسے عالم میں بزرگان دین کی حیات وخدمات ان کے فیوض باطنی تصرفات وکرامات کو عالم آشکارا کرنے کی ضرورت شدید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو جب تک اسلاف وبزرگان دین سے منحرف اور ان کی بارگاہ سے وابستگی کو یہ نہیں ختم کرپاتے ہیں۔ ان کا کوئی داؤ کارگر نہیں ہوتا ہے۔

ان منکرین اولیاء اور ابلیس کے ان بھائی بندوں کا سب سے زیادہ زور اولیاء کرام کی بارگاہ سے مسلمانوں کو بد عقیدہ کرنا ہے۔ کیونکہ جب تک وہ کسی اللہ والے کی پناہ میں ہیں محفوظ ہیں اور جیسے ہی ان کی عقیدت ومحبت کے دائرے سے باہر نکلے شیطان نے اپنا جال ڈال دیا۔ بے شک بزرگان دین اولیاء اللہ کے تذکروں کا ان کی روحانیت وفیوض باطنی کی اشاعت دینی ضرورتوں میں سے ہے۔

آپ کی ایک بڑی مشہور کرامت ہے کہ آپ یعنی سید اسرار الدین کمبل کے ایک دوست کا منگلور میں وصال ہو گیا۔ خبر پاکر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ دوست کو جب کفن پہنایا گیا تو آپ بھی اسی کے ساتھ کفن اوڑھ کر لیٹ گئے۔ چونکہ لوگوں کی نگاہوں میں آپ ایک مقدس وبرگزیدہ شخصیت تھے اس لئے کسی نے منع تو نہیں کیا البتہ حیران ضرور ہوئے۔ لوگوں نے معلوم کرنے کی کوشش کی مگر آپ ٹال گئے زیادہ اصرار پر فرمایا۔ یہ میرے اور میرے دوست کا معاملہ ہے۔ پھر آپ کے دوست کو سمندر کے کنارے دفنایا گیا تدفین سے فراغت کے بعد آپ نے وہیں سمندر کے پانی پر اپنا مصلہ بچھا دیا۔ اور نماز پڑھنے لگے جوں ہی سجدے میں گئے تو نگاہوں نے آپ کو سمندر میں ڈوبتے دیکھا۔ مگر جب کافی دیر ہوئی اور آپ سطح آب پر نہیں ابھرے تو لوگوں کو

فکر و تشویش ہوئی اور جب رات کا اندھیرا بھی پھیل گیا تو لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ آپ سمندر میں ڈوب گئے۔ لوگ سخت ملول ہوئے۔ اس زمانے میں منکرینِ اولیاء وہابی دیوبندی بدعتی بد عقیدہ لوگ تو تھے نہیں کہ استہزاء کرتے لوگ حقیقت میں دکھی ہوئے اور حضرت کو صبر کر لیا۔

لیکن اسرار الاولیاء ڈوبے نہیں تھے بلکہ منگلور کے سمندر میں غوطہ لگا کر اندر ہی اندر وہاں سے بہت دور کنانور (کیرالا) میں نکلے، وہاں ایک روز فجر کی نماز کے لئے پھوس اور چھپّر کی ایک مسجد میں گئے۔ مسجد میں موجود ایک شخص سے اذان دینے کے لئے کہا وہ شخص پیدائشی گونگا تھا۔ اس نے اشاروں سے اپنی کیفیت بتائی کہ میں اذان نہیں دے سکتا۔ آپ نے بہت زور سے ایک طمانچہ اس گونگے کو مارتے ہوئے حکم دیا اذان پڑھ طمانچہ مارنا تھا کہ فوراً قوتِ گویائی مل گئی۔ اللہ کے کرم اس کی مشیت سے ایک پیدائشی گونگے کو نہ صرف زبان ملی بلکہ آواز کو خوش الحانی اور سوز و گداز بھی عطا ہوئی۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

من کان لله کان الله له، جو بندہ اپنے وجود کی نفی کر کے خدا کی طاعت، محبت میں گم ہو گیا تو (پھر) اللہ تعالیٰ اس کا ہو گیا تو اس کی شان کچھ یوں جاتی ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کی بے کمالی اس درجہ کمال کو پہونچ جاتی ہے کہ اس کے لئے یوں فرمایا جاتا ہے۔ فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصره به ویده التی یبطش بها الله۔ اللہ یہ نوازش، یہ عطا، یہ بلندی، یہ مرتبہ، یہ اعزاز اور یہ اکرام کہ خود اس کا رب فرمائے کہ میں اس بندے کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس بندے کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اپنے اس پیارے بندے کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ بے شک یہی وہ لوگ جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

زبان ملنے کے صلے میں جذبہ تشکر میں ڈوب کر پوری خوش الحانی کے ساتھ اس گونگے نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائے زمزمہ و نور بلند کی تو جیسے اس صدا کی لرزش نے فضا کی ہر لرزش کو چھین لیا ہو۔ صبح کے سکوت و سناٹے میں جیسے ہی اذان کی آواز گونجی سننے والے چونک پڑے کہ آخر کس نے آج یہ ملکوتی نغمہ چھیڑا۔ جس نے ان کے ایمان کو حلاوت کی نئی چاشنی عطا کر دی۔ اس اذان نے نمازیوں کو جلد ہی مسجد میں پہونچا دیا۔ آنے والوں کو حیرت بھی تھی اور تجسس بھی کہ آخر اتنی پیاری مدھر آواز میں کس نے انھیں خدا کی طرف بلایا۔ اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ آج جنم جنم کے گونگے نے اذان دی ہے تو وہ سراپا حیرت بن گئے کہ یہ انہونی ہوئی کیوں کر؟ اور جب اس گونگے نے صورتِ حال بتاتے ہوئے کہا کہ یہ انہونی اسی ایک طمانچے کی برکت و کرامت ہے تو لوگوں نے حسرت و اشتیاق سے اس خدارسیدہ بندے کو پوچھنا شروع کیا۔ گونگے نے بتایا کہ وہ نماز میں سب سے آخری

صف میں تھے۔ مگر نماز ختم ہوتے ہی وہ فوراً باہر نکل گئے۔ بے شک اللہ کا ولی کبھی اپنی نمائش نہیں کراتا اور جب خدا کی کوئی مشیت انسونی بن کر اس کے ہاتھوں پر ظاہر ہو جاتی ہے تو علی العموم وہ فوراً وہاں سے ہٹ جاتا ہے۔ بخلاف اس نمائشی بزرگ کے جسے بندے بزرگ بتاتے ہیں۔ جو پیراں نمی پرند مریداں پرانند کے مصداق ہوتے ہیں۔ ظاہری نمود ہی ان کی پونجی ہوتی ہے اور نمائش ہی ان کا سرمایہ اور جب یہ مسلمانوں کی سادہ لوح جبین عقیدت پر اپنی بزرگی کا قطب مینار نصب کرتے ہیں تو اہل نظر و دیدہ و بینار کھنے والے حیرت سے صرف دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں یا ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

الٰہی یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

ادھر آپ کے مریدین واہل عقیدت آپ کو جاں بحق سمجھ کر آپ کے چہلم کی تقریب منعقد کرنے کے لئے ٹھیک چالیسویں دن جب ایصال ثواب و مجلس فاتحہ خوانی آراستہ کر رہے تھے تو اسی وقت آپ جھولی لٹکائے نمودار ہوئے لوگ حیرت ومسرت سے چیخ پڑے اور پھر وہ محفل چہلم جشن مسرت میں بدل گئی۔

رانی نگر چنانے عقیدت سے آپ کی سواری کے لئے ایک ہاتھی نذر پیش کیا تھا۔ حضرت اسرار الاولیاء اسے ایک درخت سے باندھ دیا کرتے تھے۔ بتدریج اس درخت نے ہاتھی کی شکل اختیار کر لی وہ درخت آپ کے بعد بھی کئی سو سال تک قائم رہا۔ لوگ جب زیارت و فاتحہ کے لیے درگاہ شریف حاضر ہوتے تو خدا کی قدرت کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ ابھی پچھلے پچیس برس پہلے تک وہ درخت موجود تھا اس کی عمر تقریباً چار سو سال تھی ابھی پچیس سال پہلے سوکھ کر ختم ہو گیا۔ بے شک وہ درخت ان کی عقیدت اور حضرت کے تصرفات کی یاد دلاتا تھا۔ آپ کا وصال ۱۴؍رمضان المبارک کو ہوا مگر عرس اسی چالیسویں دن ہی منایا جاتا ہے یعنی جس دن آپ اچانک نمودار ہوئے تھے ۲۳ شوال المکرم کو۔ آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھی۔ برادر دینی محترم سید فرید اور ان کا خاندان انھیں صاحب زادی صاحبہ کی پاکیزہ نسل سے ہیں۔ ننہالی رشتے سے گویا حضرت سید اسرار الدین علیہ الرحمہ والرضوان، سید فرید اور ان کے خاندان کے جد کریم تھے۔ دولت وعزت و نیک نامی کے ساتھ پورے خاندان پر دین وسنیت کا غلبہ اسی پاکیزہ خون کی برکتیں ہیں۔ اس پورے علاقے میں سید فرید و سید خلیل و برادران دین و سنیت کے لئے نشان نصرت ہیں۔ اللھم زد فزد۔

حضرت اسرار الاولیاء کے درگاہ کی تولیت و خدمت آج بھی انھیں لوگوں کے ذمہ ہے۔

ایک مثالی شادی :۔ اسلام نے شادی کو عبادات میں شامل کیا ہے یعنی نکاح بھی ایک عبادت ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے کیمیائے سعادت کے باب النکاح میں اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ لیکن آج علی العموم مسلمانوں نے ہندو معاشرہ کے زیر اثر اس مقدس عبادت کو داغدار اور اس کی پاکیزگی کو لہولہان کر دیا ہے۔ ہندو سماج کی نقل میں مسلمانوں نے اس میں اتنی ناجائز و حرام چیزوں کی آمیزش کر دی ہے اور بیجا نام و نمود کے لئے اپنی دولت کو

ایسا برباد کرتے ہیں کہ الاماں والحفیظ۔ اس عبادت کے آگے پیچھے نیچے اوپر بیہودہ باطل غلط و ناجائز رسوم کی دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں۔ اور اس قدر ہنگامہ ہاؤ ہو کرتے ہیں کہ اصل عبادت جانکنی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اس کے لئے آنکھیں بند کر کے دولت کو برباد کیا جاتا ہے۔

حالانکہ مولیٰ عزو جل کا ارشاد ہے۔ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطان لربه کفورا۔ اور فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان الله تعالی کره لکم ثلاثاً قیل وقال واضاعته المال وکثرة السوال۔ بے شک اللہ نے تین چیزیں تمہارے لئے ناپسند رکھیں۔ قیل و قال یعنی بیکار گفتگو۔ بربادیٔ مال اور کثرت سوال۔ شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

من بدعة الشنعیة ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الهند من اجتماعهم للهو واللعب باالنار واحراق الکبریت

بہت بری بدعتوں میں سے جو اکثر بلاد ھند میں متعارف ہے کہ لوگ آگ سے کھیل تماشا کے لئے اکٹھا ہوتے ہیں اور پٹاخے چھوڑتے ہیں۔ ایسی ایسی ناپاک و ملعون رسوم و بدعات ایک مقدس دینی فریضے و عبادت (یعنی نکاح کے اندر) گھس آئی ہیں جس نے مسلم معاشرے میں ایک ناسور کی شکل اختیار کر لیا ہے۔ اور اب تو یہ بدعتیں و لعنتیں و خباثتیں ان گھرانوں میں بھی گھس آئی ہیں جو مہذب مانے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر بہت ساری ذات برادریاں ہیں اور ہر برادری علی العموم ان لعنتوں میں گرفتار ہے۔ دولت کی بیجا نمائش میں اسلامی روح اور اس کی قدروں کو بار بار اور بری طرح پامال کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے یہ جو تمہیں بے پناہ دولت دیدی ہے اور اس کے خرچ کے لئے تمھاری رسی جو ڈھیلی کر دی ہے اس سے بے پرواہ نہ ہو جانا۔ تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکیاں اور تمہاری معمولی سے معمولی غلطیاں گناہ اور خرمستیاں سب اس کی نگاہ میں ہیں۔ ومن یعمل مثقال ذرة خیراً یره ومن یعمل مثقال ذرة شراً یره۔

اس نے جو تمہیں دولت دی ہے اس کے خرچ کا حساب بھی تم سے لے گا کہ ہم نے تمہیں جو دولت دی تھی اسے تم نے کہاں کہاں خرچ کیا۔ ان بطش ربك لشدید۔ بے شک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

اللھمّ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

ہم یہاں جس شادی کا تذکرہ کرنے جارہے ہیں اس میں میرے علاوہ کئی مذہبی شخصیتوں نے بھی شرکت فرمائی بنگلور سے شیخ طریقت شمس العلماء حضرت علامہ سید شمس الحق صاحب قبلہ مدظلہ العالی بمبئی سے حضرت علامہ مفتی محمد وکیل صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ غریب نواز ممبرا اوران کے داماد مولانا نظام الدین صاحب اعظمی حضرت مولانا مختار احمد صاحب مصباحی خطیب و امام جامع مسجد بلوائی کارکلاء کرناٹک، حضرت مولانا سید نسیم صاحب گونڈوی حضرت مولانا مرزا عزیز بیگ۔ عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب وغیرہ وغیرہ

الحمد للہ وہ شادی بایں معنی مثالی تھی کہ فی زمانہ بیجا رسوم و بے جا دولت کی نمود غیر شرعی حرکتوں، بے ہودگیوں اور تمام آلائشوں سے پاک تھی۔

حد یہ کہ ویڈیو اور کیمرہ جو اس وقت شہر و دیہات ہر جگہ شادی کا جزو اعظم بنے ہوئے ہیں۔ وہ شادی کا گھر اس سے بھی پاک تھا۔ یہ لعنت اب تو مذہبی تقریبات دینی جلسے اور ختم بخاری شریف جیسی بابرکت محفلوں میں اصحاب جلسہ کی اجازت سے جگہ پانے لگی ہے۔ اور وہ جن کے فرقِ اقدس پر اس طرح کی لعنتوں سے مسلم امت کو بچانا تھا اب وہی اسے اپنے فرق اقدس پر سجانے میں بڑی مسرت و طمانیت محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور اب تو خالص دینی و مذہبی اجلاس میں بھی سیاسی اجلاس کی طرح یہ لعنتیں زور پکڑ رہی ہیں سیاسی لیڈروں کی طرح اصحاب جبہ و دستار بھی پوز بنا بنا کر ویڈیو اور کیمرے کے زد میں آتے ہوئے بڑی طمانیت محسوس کرتے ہیں۔ خاص کر علماء کونسل کے افراد چاہے کونسل کا اہم اجلاس ہو یا ان کا اپنا دینی اجلاس۔

اس راز کو فاش کرائے روح محمد "
آیات الٰہی کا نگہباں کدھر جائے

کسی طرح کی ریکارڈنگ قوالی بم پٹاخے، پھلجھڑی کچھ بھی نہیں۔ اور ایک بڑا حسن یہ بھی تھا کہ محترم سید خلیل صاحب جو اس خاندان کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔ انھوں نے بالالتزام کسی دیوبندی وہابی بدعقیدہ کو رسماً و اخلاقاً بھی دعوت نہیں دی سر راہ چلتے چلتے بھی نہیں کہا نہ کارڈ دیا۔ وہابیت کے جراثیم وہاں بھی کچھ ہیں صرف چند گھر اور چند لوگ۔ پہلی بار کسی اہم شادی میں وہابیت و دیوبندیت اس طرح اچھوت قرار پائی۔ شادی کے ایک دن پہلے وہ میرے پاس آکر کہنے لگے حضرت میں نے اپنے یہاں کسی وہابی دیوبندی کو قصداً دعوت نہیں دی اب مجھ پر پریشر پڑ رہا ہے کہ پوری بستی میں وہی چند گھر ہیں جو بری طرح سے اپنے نظر انداز کردینے کو محسوس کر رہے ہیں۔ لہذا آپ دعوت دیدیں۔ مگر میں راضی نہیں ہوا۔ بولئے حضرت کیا میں نے کوئی غلط کام کیا۔ اس خبر سے مجھے بڑی مسرت ہوئی میں نے ان کے اس دینی جذبے کو سراہتے ہوئے کہا نہیں خلیل بھائی اس پوری شادی میں میرے نزدیک یہی سب سے اچھا کام ہوا ہے۔ اس دور مداہنت میں یہ تو ایک کارنامہ کے برابر ہے کہ آپ نے سیاست مدن کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اسی کو کہتے ہیں تصلب و استقامت فی الدین۔

آہ! ہماری چشم گنہ گار نے اسی بمبئی میں وہ اندوہناک منظر بھی دیکھا کہ بمبئی میں جس کا نام کبھی سنیت کے تشخص کی علامت بنا ہوا تھا بمبئی میں بابری مسجد فساد کے بعد ایک ندوہ کونسل بنام علماء کونسل جو قائم ہوئی تھی جس نے سنیت کے چہرے کو آگے چل کر داغدار کیا۔ اس کے اہم ترین ستون جو کبھی سنیت کی آبرو ہوا کرتے ان کی شادی میں وہ بھی ان کی مسجد میں یہاں کے بڑے بڑے جغادری قسم کے وہابی دیوبندی علماء وائمہ شریک تھے، کہ یہ سیاست مدن تھا، اور حالات کے تقاضے دین کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے۔ جب سنیت کے لئے ایسی ایسی تنی گردنیں حالات کے آگے جھک جائیں اور احتساب کرنے پر عذر گناہ بدتر از گناہ کا مظاہرہ کرنے لگیں تو ایسے عالم میں ایسا شخص جو نہ عالم نہ فاضل نہ اس کے خاندان میں کوئی عالم فاضل حافظ قاری ہو محض علماء کی محبت اور ایک بزرگ کی پاکیزہ نسبت ہو اور بس ان کا اس انداز میں تصلب فی الدین کا مظاہرہ بے شک ایک کارنامہ ہے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے بہت قریب!

ہم سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی ایک مذہبی تنظیم آل انڈیا تبلیغ سیرت کی طرف سے سید خلیل، سید فرید وسب بھائیوں اور ان سب سے پہلے ان کی والدہ ماجدہ کو کہ وہ ایک صاحب ثروت ہونے کے باوجود اور آخری بیٹے کی شادی تھی کہ اس میں بڑے ارمان نکالے جاتے ہیں۔ شادی کے وقت ہر حال میں اللہ رسول جل علیٰ وصلی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشی کو مقدم جانا۔ اور فی زمانہ جھوٹی نمائش جھوٹی وفانی شان وشوکت اور روایتی غلاظتوں سے اسے پاک وصاف رکھا۔ انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دولہن کے والد گرامی محترم شیخ اقبال احمد اور ان کے اہل خانہ کو بھی کہ ایک بڑے صنعت کار ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنی بچی کے لئے ایک ایسے خاندان کو ترجیح دی جس پر دین وسنیت ومذہبیت کا غلبہ ہے اور ایک صاحب نسبت بزرگ کے حوالے سے پورے علاقے میں محترم ہیں۔ فلحمد لله علی ذالك۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے وطفیل ہمارے یہاں کے لوگوں کو بالخصوص دولت مندوں میں یہی دینی ومذھبی ونیک جذبہ اپنے بچوں کی شادیوں کے وقت عطا فرمائے آمین۔

ہمیں وہاں جو معلومات بہم ہوئی وہ یہ کہ وہاں پر شادیوں میں علی العموم ولیمہ کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ ہمارے شہر ودیہات میں ہر جگہ ولیمہ کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ سید فرید صاحب نے تو بحمدہ تعالیٰ تیسرے دن شایان شان طور پر ولیمہ کا بڑا اہتمام کیا۔ وہاں ولیمہ کا رواج عام طور پر نہیں ہے مخصوص گھرانے ہی کرتے ہیں۔ عام طور پر شادی سے ایک دن پہلے حسب استطاعت عام دعوت کی جاتی ہے دوست و احباب رشتے داروں گاؤں محلے والوں سب کو مدعو کرتے ہیں۔ مگر شادی کے بعد چند خاندان کو چھوڑ کر بقیہ عام طور پر ولیمہ کا اہتمام نہیں کرتے۔ شادی کے ایک دن پہلے جو ضیافت کا کھانا ہوتا ہے وہی اصل ہوتا ہے جبکہ ولیمہ اس دعوت طعام کو کہتے ہیں جو شب عروسی کے بعد ہوتی ہے۔ بیوی کی شکل میں متاع حیات کی ایک گرانقدر نعمت پانے کی خوشی میں شکرانہ نعمت کے طور پر جس کی حدیث شریف میں بڑی تاکید آئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے ولیمہ کرنے اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں اولن ولو بشاط ولیمہ کرو چاہے ایک بکری دستیاب ہو۔

شادی وشب زفاف سے پہلے آپ چاہے جتنی بڑی دعوت کھلا دیں وہ ضیافت کہلائے گی ولیمہ نہیں جس کی تاکید رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔

اس علاقے کے مسلمانوں سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اپنی شادیوں میں ولیمہ کی دعوت کو لازم کر لیں۔ آپ کا اپنا رسم ورواج جو بھی ہو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر تو نہیں۔ آپ حضرات اپنے رواج میں بس اتنی سی ترمیم کرلیں کہ جو کھانا بڑے اہتمام سے شادی کے ایک دن پہلے کھلاتے ہیں اسے شادی ور خصتی کے دوسرے دن کھلا دیں۔ ایک دن بعد کر دینے سے اگر، سرکار دو عالم کی سنت ادا ہو جائے تو اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے ہماری ریت وروایت اور رواج آقائے دو جہاں حضور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔

نکاح میں فلاح وخیر وبرکت حضور کی سنت میں ہے اسے ترک کرنے میں نہیں جیسے نکاح کرنا حضور کی سنت ہے۔ یوں ہی ولیمہ بھی حسب توفیق سرکار کی سنت کریمہ ہے۔

الھم اصح امة محمد صلی الله علیه وسلم

وادی نور کی طرف:۔ ۱۰ اکتوبر کو ہم شادی سے فارغ ہو چکے تھے ۱۲ تاریخ کو ولیمہ تھا اور ۱۱ تاریخ کو مولانا شاہ الحمید صاحب کو دوپہر میں امام مالک کی بارگاہ میں وقت دے دیا تھا۔ چنانچہ مورخہ ۱۱ اکتوبر کو ہم لوگ صبح ۱۰ بجے گھر سے نکل گئے۔ پلاننگ یہ تھی کہ پہلے منگلور حضرت بی بی سیدہ کی درگاہ میں حاضری دینگے وہاں سے اُلّانی حضرت سیدنا سید شریف المدنی کی زیارت کرتے ہوئے سیدھے وہاں سے کیرالا حضرت سیدنا رافع بن حبیب اوران کے ساتھیوں کی بارگاہ میں پہونچیں گے اور پھر وہاں سے کاسر گوڈ حضرت سیدنا مالک بن دینار میں حاضری کی سعادت حاصل کریں گے۔ وہاں سے حاضری کے بعد جامعہ سعدیہ کی زیارت سے دل ونگاہ کو شاد کام کریں گے۔ حسن اتفاق ۱۱ اکتوبر کو جمعہ مبارکہ کا دن پڑا۔

اسرار الدین کمپل سے منگلور صرف ۱۸ کلو میٹر دور ہے۔ گھر سے نکلنے کے بعد سید فرید صاحب کی گاڑی جو ٹاٹا سیرا تھی وہ بھی بالکل نئی اُس کا کانچ نیچے اوپر نہیں ہو رہا تھا اگر گھر ہی پر یہ بات معلوم ہو جاتی تو ان کی اور بھی کئی گاڑیاں کیوسا، وان وان ایٹ وغیرہ ہیں وہی لے لیتے فرید بھائی نے کہا حضرت برسات کا موسم ہے کہیں بھی بارش مسئلہ پیدا کر سکتی ہے۔ لہٰذا گاڑی کے کانچ کو منگلور میں ٹھیک کرا کے پھر چلتے ہیں۔ میں نے سوچا تھا آدھا گھنٹہ لگے گا۔ جس گیرج میں گاڑی لے کر گئے وہ ٹاٹا سیرا ہی کی بڑی عالیشان گیرج تھی۔ بمبئی کا مسافر سمجھ کر فوراً اسے ہاتھ میں لے لی گئی۔ مگر اس چھوٹے سے کام میں اتنا وقت لگ گیا کہ وہیں ایک بج گئے۔ بمشکل تمام بھاگتے دوڑتے ہوئے جمعہ کی وہ بھی دوسری رکعت ہی مل سکی۔

جمعہ پڑھنے والوں کا بے پناہ مجمع سنی شافعی امام کی بہت خوش الحان عربوں کے لہجے میں قرأت سبحان اللہ طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ہم مسجد سے قریب ہی بی بی سیدہ کے مزار پر حاضر ہوئے، لب روڈ چوراہے پر بڑی شاندار درگاہ اور بڑا عالیشان روضہ۔ اولیں نظر میں وہ بڑی عظیم الشان مسجد نظر آئی، بڑے بڑے مینارے و گنبد بالکل مسجد کی طرز پر درمیان میں آپ کا بڑا خوبصورت مزار چونکہ تاخیر زیادہ ہو چکی تھی ہم بہت جلدی میں تھے اس لئے ان کے تعلق سے ہم کوئی تفصیلات حاصل نہ کر سکے۔ فاتحہ خوانی کے بعد ہم لوگوں نے ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ اور جب ہم منگلور سے کاسر کوڈ جانے والی ہائی وے پر آلال کے لئے نکلے تو تین بج رہے تھے۔ منگلور سے کنیا کماری جانے والی ہائی وے روڈ پر ابھی ہم کچھ ہی دیر چلے تھے کہ گاڑی داہنے ہاتھ پر ہائی وے سے نسبتاً ایک پتلے روڈ پر مڑی۔ گاڑی جوں جوں آگے بڑھتی جاتی تھی سڑک کے دونوں طرف بہت خوبصورت مناظر سے آنکھوں میں جیسے ٹھنڈک اترتی جاتی تھی۔ پورا علاقہ سبز پوش پہاڑیوں، ناریل کے باغات زیادہ تر قدرت کے ان دیکھے ہاتھوں سے سجے سنورے اور کچھ انسانی ہاتھوں کی حنا بندی سے مزین۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ٹکڑا کشمیر سے اٹھا کر وہاں لا کر رکھ دیا گیا ہو۔ میں نے خوشگوار حیرت کے ساتھ سید فرید صاحب سے پوچھا یہ ہم کہاں آگئے، انھوں نے کہا حضرت ہم آلال پہونچ رہے ہیں۔ اللہ اکبر اس قدر خوبصورت مناظر جیسے خواب دیکھ رہے ہوں۔

میری مشاطگی کو کیا ضرورت حسن معنی کی
کہ قدرت خود کیا کرتی ہے فطرت کی حنا بندی

باتوں باتوں میں ایک پر شکوہ دیدہ زیب، خوبصورت مقدس اور بہت ہی بافیض آستانہ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ یعنی حضرت سید شریف المدنی کا آستانہ رحمت جو آج اپنے اندر فیض رسانی میں پورے ملک کی بڑی بڑی درگاہوں و آستانہ جات سے بہت منفرد، ممتاز و بے مثال ہے۔ میں اس کے انداز فیض رسانی کو دیکھ کر ایک تحیر خیز مسرت سے دوچار ہو گیا اور دل میں ایک ہوک اٹھی کہ یہی انداز فیض رسانی ملک کی دیگر بڑی بڑی درگاہوں سے کیوں نہیں؟ بالخصوص شمالی ہند کی درگاہوں جیسے اجمیر شریف، بہرائچ شریف، کچھوچھہ مقدسہ، کلیر شریف، بائیس خواجہ کی چوکھٹ دہلی، اوچہ شریف، مدینۃ الاولیاء احمد آباد کی بڑی بڑی درگاہیں، اورنگ آباد میں خلد آباد شریف، پونا میں شیواپور، حضرت قمر علی شاہ درویش، دیوہ شریف، لکھنؤ شاہ مینا۔ خاص کر بمبئی میں مخدوم مہائمی، حاجی علی، حاجی ملنگ، حضرت بابا بہاؤالدین صاحب (دھوبی تالاب) وغیرہ وغیرہ بے شک اگر وہی انداز فیض رسانی یہاں بھی اختیار کر لیا جائے تو مسلمانوں کے اندر جو غربت جہالت معاشی بدحالی پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر بہت حد تک قابو پا لیا جائے گا۔

ہم نے دیکھا تو نہیں البتہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ گلبرگہ شریف کے آستانہ معلی یعنی درگاہ حضرت سیدنا سید محمد حسینی گیسو دراز بندہ نواز رضی اللہ تعالی عنہ کے انتظامیہ اور لائق صد احترام سجادہ نشین

نے بڑی خاموشی کے ساتھ حضرت بندہ نواز کے انداز فیض رسانی کو ایک نئی جہت، ایک نئی سمت اور ایک انقلابی و تاریخی موڑ دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی چارہ سازی کے لئے کئی منزلیں وہ طے کر چکے ہیں اور ہندوستان کے قابل ذکر اور مشہور و مالدار ترین درگاہوں کے انتظامیہ و ٹرسٹیان کو اپنے نقش قدم پر چلنے کی خاموش دعوت دے چکے ہیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

فجز اهم الله احسن الجزاء عن سائر المسلمین!

جلیل آسان نہیں آباد کرنا گھر محبت کا

یہ ان کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہیں

درگاہ حضرت شریف المدنی کی حسن خدمات اور اس بارگاہ کے انداز فیض رسانی کی ایک جھلک ملاحظہ ہو! دینی، مذہبی اور عصری درسگاہوں اور اس کے مختلف شعبہ جات میں استفادہ اور فیضیاب ہونے والے طلباء.......................> چھ ہزار (۶۰۰۰/)

(۱) دینی و عربی ادارے	اکیس عدد (۲۱)
(۲) مساجد جن کا پورا انتظام وانصرام درگاہ کمیٹی کی طرف سے	سترہ (۱۷)
(۳) اسپورٹس، جمناڈیم (ورزش گاہ)	تین عدد (۳)
(۴) سید مدنی چیرٹیبل اسپتال	ایک عدد (۱)
(۵) سید مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ	ایک عدد (۱)
(۶) سلطان ٹیپو کالج	ایک عدد (۱)
(۷) سید مدنی اردو ہائی اسکول	ایک عدد (۱)
(۸) سید مدنی پرائمری اسکول	ایک عدد (۱)

یہ تمام ادارے اور عوامی فیض رسانی کے یہ چشمے سید مدنی درگاہ ٹرسٹ کی جانب سے چلائے جا رہے ہیں۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت مبارکباد پیش کرتی ہے درگاہ حضرت سید شریف المدنی کی ٹرسٹ و انتظامیہ کو بے شک روحانیت کے ایک تاجدار کی بارگاہ سے عوامی فیض رسانی کا یہ انداز بہت منفرد و مثالی ہے اور قومی تعمیر کی کئی جہتیں لیے ہوئے ان کا یہ کارنامہ ان کی امانت و دیانت اور فرض شناسی کی لائق تقلید مثال ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ جزاءً کثیرا۔

جبکہ اُلال کوئی شہر نہیں ایک قصبہ ہے اور وہاں زائرین کی روز مرہ حاضری بھی یہاں کی مشہور ترین درگاہوں کے مقابلے میں بہت ہی کم!

اجمیر شریف دلی بہرائچ شریف کچھوچھہ مقدسہ کلیر شریف دیوہ شریف وغیرہ کی تو بات چھوڑیے یہ

تو بہت بڑی بڑی بارگاہیں اور بر صغیر ہند کی منفرد و ممتاز درگاہیں ہیں۔ ان کی آمدنیاں اور پراپرٹیاں بھی لاکھوں کروڑوں اور اجتماعی طور پر اربوں تک پہونچیں گی۔ مگر ان کی عوامی فیض رسانی کا انداز اور مسلمانوں کی غربت و جہالت بے روزگاری اور معاشی بدحالی دور کرنے کے لئے کچھ کام بھی ہو رہا ہے ان درگاہوں کی لاکھوں کروڑوں کی آمدنیاں کہاں جارہی ہیں کون لوگ اس سے پل رہے ہیں، اور قومی سرمایہ صرف چند خاندان کی میراث ہو کر جس انداز میں عوامی روپئے کا استحصال کیا جارہا ہے کیا اس سے اہل نظر و باخبر حلقے بے خبر ہیں ؟ ہم یہاں بمبئی کے تین بہت مشہور درگاہ اور جامع مسجد ٹرسٹ کا نام لینگے جن کے پاس کثیر سرمایہ ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ دن رات دولت کا ہن برستا ہے یہاں۔ مگر اس کے مقابلے میں عوامی فیض رسانی کا کیا حال ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں آج حاجی علی درگاہ مہائم شریف میں مخدوم پاک کی بارگاہ اور دھوبی تالاب میں سرکار بابا بہاؤ الدین کا آستانہ معلی یہاں روز مرہ بالخصوص جمعرات وجمعہ کو جو انسانی سیلاب امڈ پڑتا ہے اور حاضرین وزائرین کی شکل میں انسانوں کا بے پناہ اژدحام اللہ اکبر! جن کی بدولت یہاں دن رات دولت کا ہن برستا رہتا ہے، مگر بے پناہ آمدنی کے مقابلے میں ان درگاہ کمیٹیوں کا کچھ ایسا کام بھی ہے جس سے مسلمانوں کی غربت، جہالت، بے روزگاری اور معاشی بدحالی دور کرنے کا سبب ہو۔ اور کہیں تھوڑا سا ہو بھی رہا ہے تو آمدنی کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت ہے، آخر یہ بے پناہ دولت کہاں جاتی ہے ؟ کس کے مصرف میں خرچ ہو رہا ہے ؟ اگر بینک میں اکاؤنٹ کا حجم بڑھ رہا ہے تو اس سے عوام کا کیا فائدہ ؟

آل انڈیا تبلیغ سیرت ان قابل احترام درگاہوں کے انتظامیہ و ٹرسٹ سے مخلصانہ گذارش اور مودبانہ التجا کرتی ہے کہ درگاہ شریف کی ان بے تحاشا آمدنیوں سے صرف بینک کا وزن نہ بڑھائیے بلکہ قوم کی غربت، جہالت بے روزگاری کو دور کرنے کے لئے کچھ کیجئے۔ طبیہ کالج، انجینرنگ کالج، اسپتال، صنعتی ادارے مختلف قسم کے ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ، مستحق مساجد و اداروں کی امداد وغیرہ۔

آپ اس کثیر دولت کے مالک نہیں بلکہ اس کے امین و محافظ ہیں اور وہ لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ عوامی ملکیت ہے جو آپ حضرات کی تحویل میں ہے، جس کا حساب آپ کو یہاں بھی دینا ہے اور اس قہار و جبار مالک ذوالجلال احکم الحاکمین کو بھی۔ واضح رہے کہ یہاں اگر اس عوامی ملکیت کا صحیح استعمال نہیں ہوا اور بالفرض دنیوی احتساب سے بچ بھی گئے تو بھی فیصلے کا ایک دن مقرر ہے جہاں ذرے ذرے اور قطرے قطرے کا بھی حساب لیا جائے گا۔ جہاں خدائے ذوالجلال کا قہر غضب پر ہوگا اور اس کے سامنے ہمارے کارناموں کا دفتر ہوگا۔ ان یوم الفصل کان میقاتاً۔

رنگ جب محشر میں لائے گا تو واژ جائے گا رنگ
یوں نہ سمجھو سرخی خون قتیلاں کچھ نہیں

قبل اس کے کہ اس کے لئے کوئی تحریک چلے درگاہ کمیٹیوں اور ان کے انتظامیہ کو اپنی غفلتوں کا

احساس ہو جانا چاہیے۔ اور ان کارخ ان تاریخی جہتوں کی طرف ہو جانا چاہیے۔ جہاں سے جہالت معاشی بدحالی اور غربت پر بہت حد تک قابو پانا ممکن ہے۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

حضرت سید شریف مدنی کی درگاہ سے متصل ہی بڑی عالیشان خوب کشادہ اور کافی وسیع و عریض ایک مسجد ہے۔ مسجد کے حوض میں وضو کر کے اس کے سامنے درگاہ کمیٹی کے کشادہ آفس میں داخل ہوئے جہاں چار چار اکاؤنٹنٹ اپنے فرائض منصبی میں مصروف تھے۔

ان میں جو سب سے سینئر اور ذمہ دار شخص تھے سید فرید صاحب نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے حوالے سے ہمارا تعارف کرایا۔ تبلیغ سیرت کے حوالے پر انھوں نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔

ہم نے آستانہ معلی اور صاحب آستانہ حضرت سید شریف المدنی اور درگاہ شریف کی جانب سے جو عوامی فیض رسانی ہو رہی ہے اس کی خدمات کی تفصیل چاہی تو انھوں نے فوراً کئی کتابیں انگریزی و کنڑی زبان میں چھپی ہوئی خوش ہو کر پیش کر دیں۔ ہم وہاں سے نکل کر مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ بڑے خلوص و عقیدت اور احترام کے ساتھ دیر تک فاتحہ خوانی اور دعائیں مانگتے رہے۔ بہت خوبصورت، بہت دیدہ زیب مزار ہے مزار کے تعویذ کے گرد چاروں طرف سے خوبصورت جالیاں لگی ہوئی، فاتحہ خوانی کے بعد جب وہاں سے حضرت مالک بن دینار کے لئے نکلے تو چار بج چکے تھے۔ وادی نور کا سفر جاری ہے۔ حضرت سید شریف المدنی کے حالات و واقعات اور کفر کے ظلمکدوں میں اسلامی مبلغین اور روشنی کے سفیروں یعنی حضرت مالک بن دینار اور ان کے رفقاء، ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد کا ذکر اور ہندوستان میں اسلام کی آمد آمد کا تذکرہ اور بہت کچھ دوسری و آخری قسط میں ملاحظہ فرمائیں:

(نوٹ:۔ وادی نور کا سفر کیسا رہا اپنے تاثرات سے ضرور آگاہ فرمائیں)

تبصرہ کتاب :۔

"امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ء منصوبہ کا تجزیہ"

تبصرہ نگار :۔ محمد زبیر قادری

نام کتاب :۔ امام احمد رضا کے ۱۹۱۲ منصوبہ کا تجزیہ۔ (انگریزی)

مصنف :۔ ڈاکٹر محمد ہارون۔ ڈائریکٹر رضا اکیڈمی (برطانیہ)

مترجم :۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ بریلی۔

ناشر :۔ الرضا اسلامک اکیڈمی۔ بریلی۔

زیر نظر کتاب برطانیہ کے نو مسلم انگریز جناب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے انگریزی مقالات کا اردو ترجمہ ہے جو امام احمد رضا کے رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کے جائزے میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے تحریر فرمائے تھے۔ ان مقالات کا اردو ترجمہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے کیا ہے جسے رضا اکیڈمی اسٹاک پورٹ انگلینڈ کے مالی تعاون سے الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی نے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مارکس ازم، کمیونزم اور بین الاقوامی امور کی تحقیق و تخصص میں ماہر ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں انھوں نے اسلام قبول کیا اور ایک کتاب "میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟" تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر موصوف نے اسلامیات (اسلامی نظام۔ عید میلاد النبی، اسلامی سیاست، قرآن کریم اور سائنس کے حدود وغیرہا اور رضویات (امام احمد رضا سے متعلق) اب تک کئی رسالے اور مقالات تحریر کئے ہیں۔ جو رضا اکیڈمی برطانیہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو امام احمد رضا سے عقیدت ہے اور آپ امام کے علم و فضل اور تحریری کارناموں سے بہت متاثر ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے امام احمد رضا کے رسالہ "تدبیر فلاح و نجات واصلاح" کے جائزے کے طور پر انگریزی میں پانچ مقالات لکھے تھے۔ یہ مقالات امام احمد رضا کے رسالہ میں پیش کردہ چار نکات (۱) جن امور میں حکومت دخیل ہے۔ انھیں چھوڑ کر مسلمان اپنے سارے معاملات باہم فیصل کریں۔ (۲) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ خریدیں نہ بیچیں۔ (۳) کلکتہ، بمبئی۔ رنگون وغیرہ شہروں میں مسلم بینک کھولے جائیں۔ (۴) دین پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔

ڈاکٹر ہارون صاحب نے زیر نظر کتاب میں امام احمد رضا کے رسالہ کے حوالے سے معاشی، سیاسی،

سیاسی، اور تہذیبی نظریات بخوبی اجاگر کیے ہیں۔ انھوں نے امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کو ہر عہد اور ہر ملک کے مسلمانوں (مسلم ممالک، غیر مسلم ممالک، سیکولر اسٹیٹ وغیرہ) یہاں تک کہ عالم انسانیت کے لئے اسے کامیابی وکامرانی کا ایک دستاویز فلاح ونجات کی ایک کلید اور صحیح راستہ ثابت کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے نظریہ رضا کی تائید کی ہے کہ مسلمانوں کو اسلام میں صحیح طور سے داخل ہو کر اسلامی تہذیب وتعلیم اور ہر میدان میں اسلامی نظریات ہی کو اپناتے ہوئے کام کرنا چاہیے۔ مدارس اور خانقاہ کے ذریعہ خلوص کے ساتھ قوم کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کرتے ہوئے انھیں سچا، پکا مسلمان اور غلبہ اسلام کی خاطر جینے مرنے اور لڑنے والا مسلمان بنانا چاہیے۔

انھوں نے مسلمانوں کو سیاست میں کودنے، اسمبلی وپارلیمنٹ کا ممبر بننے اور سیکولر اسٹیٹ میں گورنمنٹ ملازمتوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اپنے سماج میں رہ کر اپنی اسلامی تہذیب وتعلیم اور نظریات کو پروان چڑھانا چاہیے۔ کاروبار وتجارت، مسلم بینک کے قیام اور مسلم رفاہی واصلاحی اداروں کے ذریعے قوم کی بحالی کا سامان کرنا چاہیے وغیرہ۔ پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے دکھایا ہے کہ مسلمان کس طرح کے ملک میں عہد کے اعتبار سے کس طرح رضا کے منصوبے پر عمل کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ثابت کر دیا کہ نبی کریم علیہ السلام سے غیر مشروط اور مخلصانہ وفاداری کے بغیر مسلم قومیت کی تشکیل ناممکن ہے۔ مترجم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا ترجمہ بہت کامیاب ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم ہارون صاحب کے الفاظ وافکار کو انھیں کی اردو تحریر میں پڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر ہارون صاحب اور ان کے رفقاء بالخصوص الیاس کشمیری صاحب مدیر اسلامک ٹائمز اس کام کے لیے لائق مبارک باد ہیں۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

رضا نامے

● مولانا محمد الیاس کشمیری۔ رضا اکیڈمی۔ اسٹاک پورٹ۔ برطانیہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ شکریہ۔ آپ نے ہمارے خیالات کو تلخ قرار دیا ہے مگر حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے۔ آج کے دور میں ہم سنّی تنظیموں کو یہ المیہ درپیش ہے کہ کوئی کسی سے تعاون نہیں کرتا ہے۔ جس کی آج جس قدر ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ مگر پھر بھی کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ اہم کاموں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور غیر اہم کاموں میں ہر کوئی الجھا ہوا ہے اور اسی کو منزلِ مقصود سمجھ رکھا ہے۔ آپ کی معلومات کیلئے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ ہم لوگ بھی نہ تو عالم ہیں نہ مولانا بلکہ محض مسلک کا درد رکھنے والے ساتھیوں نے یہ کام شروع کیا ہے اور احقر کو ہی سب سے زیادہ اس کام کا جذبہ، شوق تھا۔ اس لئے احقر کو ہی تمام کام خود کرنے پڑتے ہیں۔ لکھنے والے دوست اور ترجمہ کرنے والے ساتھی تو ہیں مگر تمام مالی وسائل اس احقر ناتواں ہی کے کندھوں پر ہیں۔ یہ کام بخوشی اس کام کی اہمیت کے پیش نظر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کی نظر کرم ہے کہ ہم بے سروسامانی کے عالم میں بھی کام کر رہے ہیں۔ اور اس وقت ہم نے ۵۵ کتابیں انگریزی زبان میں شائع کر دی ہیں۔ ۱۵ پریس میں ہیں اور چھ کتابوں کے ترجمے انگریزی سے اردو میں ہو چکے ہیں اور کتابت بھی۔ اور ایک چھپ چکا ہے۔

ہمارے ادارہ نے اس وقت امام احمد رضا کی ۲۰ کتابوں کے ترجمے شائع کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مقال العرفا (۲) شفاعت چالیس احادیث (۳) تمہید ایمان (۴) اعتقاد الاحباب (۵) بیعت و خلافت (۶) دولۃ الملکیہ کا خلاصہ (۷) گستاخ رسول کی سزا (۸) سلام رضا (۹) زکوٰۃ کی اہمیت (۱۰) صدقات کی اہمیت (۱۱) تدبیر و اصلاح و فلاح و نجات (۱۲) تجلی الیقین (۱۳) حدائق بخشش (امام رضا کی ۷۵ نعتوں کا ترجمہ) (۱۴) بچوں پر والدین کے حقوق (۱۵) والدین پر بچوں کے حقوق (۱۶) امریکی منجم کی پیش گوئی کا رد (۱۷) توحید و رسالت (۱۸) الحجۃ المؤتمنہ (۱۹) دوام العیش (۲۰) سفر نامہ حج و زیارت مدینہ منورہ (یہ سفرنامہ ملفوظات سے لیا گیا ہے اور ایک سو صفحات کا ہے)۔ اس کے علاوہ ندائے یارسول اللہ اور چند دوسرے رسائل پر کام ہو رہا ہے جن میں کفل الفقیہ اہم ہے۔

● علامہ اقبال احمد فاروقی۔ ایڈیٹر ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور۔ پاکستان

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس میں انگریزی کا ''افکار رضا'' بھی ملا۔ آپ کا رسالہ ہمارے حلقوں میں بھی

متعارف ہو رہا ہے اور آپ کے مضامین اب ملی اقتدار سے گہرے ہوتے جا رہے ہیں اور سنی مسلک کے اعتبار سے علمی۔ میرا تاثر ہے کہ ہندوستان کے سنی خصوصاً رضوی علماء کرام آپ کی ان کوششوں کو خوش آمدید کہیں گے۔

کل ۳۰/۳۱ اکتوبر ۹۶ء کو لاہور میں آل پاکستان سنی کانفرنس ہو رہی ہے، جس میں ملک بھر سے علماء اہل سنت جمع ہو رہے ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے تمام احباب تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کی ان خدمات پر اظہار مسرت کیا ہے، جو آپ اپنے ملک میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے سرانجام دے رہے ہیں۔ ''تحریک فکر رضا'' کی روشنی میں آپ کے مطبوعہ مقالات انہیں بے حد پسند آئے۔ اسی طرح دوسرے علماء کرام نے بھی آپ کی خدمات کو سراہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ اس خدمت کو سرانجام دیتے رہیں۔ آمین۔

● سید وجاہت رسول قادری۔ صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی۔ پاکستان

امید ہے بفضلہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ ''افکار رضا'' کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ بحمد للہ ''افکار رضا'' پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ یہ امر قابل مسرت اور باعث اطمینان ہے کہ ''افکار رضا'' کے مضامین اور مقالات کا معیار دن بدن بلند سے بلند تر ہو رہا ہے اور نامور اسکالرز اور اہل قلم حضرات کی توجہ کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ ماشاءاللہ زیر نظر شمارہ میں ڈاکٹر سید عبداللہ طارق رکن موتمر عالم اسلامی کا مقالہ ''اعترافات رضا'' بہت پسند آیا۔ اس میں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر تحقیق کے حوالے سے نئی دریافت اور نئے گوشے سامنے آئے ہیں اور مقالے کی (Originality) قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے۔ اس کے علاوہ محترم ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا مقالہ ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' بھی ایک بسیط زاویئے کا حامل ہے اور خود ڈاکٹر صاحب کے عمیق مطالعہ اور گہری سوچ کا مظہر بھی۔ مولانا اختر حسین فیضی صاحب کا مقالہ بعنوان ''حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری'' مولانا حسن رضا بریلوی پر بڑا خوبصورت نقد و نظر ہے۔

یہ دیکھ کر مزید خوشی ہوتی ہے کہ آپ نے انگریزی مضامین کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے، اس مرتبہ کے شمارہ میں ڈاکٹر محمد اے جو نیجو صاحب اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا اچھا Contribution ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مقالہ نگار حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ان کے اور آپ سب کے علم و عمل میں اضافہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقیر آپ کی اس بات سے پوری طرح متفق ہے کہ ہمارے اسکالرز کو انگریزی لٹریچر کی فراہمی پر خصوصی توجہ دینی چاہئیے لیکن احقر اس میں مزید اضافہ یہ کرتا ہے کہ ساتھ ساتھ عربی مقالہ جات کی فراہمی پر بھی

توجہ کی ضرورت ہے تاکہ بلاد مغرب اور بلاد عرب دونوں ممالک میں امام احمد رضا کے کارنامے اور ان کے لٹریچر سے لوگ متعارف اور فیضیاب ہو سکیں۔ فاضل نوجوان مولانا نوشاد عالم چشتی صاحب کی تحقیق ''بہار شریعت اور بہشتی زیور ایک نظر میں'' نہ صرف یہ کہ دو تصانیف بلکہ دو شخصیات کا اچھا علمی، تنقیدی اور تحقیقی جائزہ ہے۔ کاش کہ وہ اس موضوع پر مزید قلم اٹھائیں تو فقیر کو یقین ہے کہ مزید علمی حسن و قبح کے گوشوں سے اہل علم و تحقیق کو آگاہ کر سکیں گے۔ موصوف نے قیام پاکستان کے دوران احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا ایک بسیط تحقیقی اور تنقیدی جائزہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس کی ایک خصوصیت دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ ہے کہ وہ ''البریلویہ'' کی ہر ہر سطر کو پیش نظر رکھ کر تحریر کیا گیا ہے اور اس کی ہر ہر علمی گرفت اور تنقید و تردید کی ایک بہترین Documentary ہے۔ اگر آپ کا ادارہ یا کوئی اور ادارہ یا صاحب اس کی اشاعت کروائیں تو یہ ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔

● سلیم رضا (مرکزی رہنما) سنّی تحریک۔ کراچی۔ پاکستان

تحریک فکر رضا کا تازہ شمارہ ''افکار رضا'' نظر نواز ہوا۔ جس کو پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ امید ہے آئندہ بھی اسی طرح محنت اور لگن سے ''افکار رضا'' کی اشاعت جاری رہے گی۔ آپ کا شائع کردہ اسٹیکر ''آپ سنّی ہیں اور امام احمد رضا کو نہیں جانتے؟ تعجب ہے!!!'' بہت خوب ہے۔ انشاءاللہ سنّی تحریک دیگر مذہبی تنظیموں کو ساتھ ملا کر پاکستان میں اسے شائع کر کے عام کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ ہندوستان میں بیشتر تنظیموں نے اسے شائع کیا ہے اور ماریشس سے سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے بھی شائع کر کے مغربی دنیا میں عام کیا ہے۔ آخر میں آپ کی کوشش پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

● جاوید اختر۔ جنرل سکریٹری۔ رضا سوسائٹی۔ بھیونڈی۔ مہاراشٹر

آپ کی جانب سے ''جہان رضا'' اور ''افکار رضا'' پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ حوصلہ افزائی کیلئے بے حد مشکور ہوں۔ سوادِ اعظم اہل سنّت و جماعت کیلئے آپکی بے لوث خدمت قابل مبارکباد ہے۔ ممبئی سے شائع ہونے والا ''افکار رضا'' امام احمد رضا کے خلاف غلط پروپگنڈہ کا مثبت اور مکمل جواب ہے اور سوادِ اعظم کی تحریک بھی۔ بدعت و جہالت کے دور میں مجدد اعظم امام احمد رضا نے قرآن و حدیث اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی جو دعوت پیش کی وہ مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ جبکہ تنگ نظر لوگ اسلام کو محدود شکل میں پیش کر رہے ہیں اور مغرب زدہ ذہن اسلام کی شبیہہ کو مسخ کرتے جا رہے ہیں۔ ایسے پُر آشوب دور

میں امام احمد رضا نے زندگی کے ہر شعبے کیلئے جو اسلامی اصول گوش گذار کئے ہیں اور اسلام کی آفاقی تصویر پیش کی ہیں ان سے تمام ارباب علم و دانش امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کے قائل ہیں۔

عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت پر اطمینان بخش کام ہو رہا ہے۔ ہم اس سے مطمئن ضرور ہیں مگر کم تعلیم یافتہ یا چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں بالکل عجیب کیفیت ہے۔ اسلامی کتابیں بالکل نایاب ہیں۔ ایسے مقامات پر جو بھی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں کم ہیں۔ ہماری تساہلی اور لٹریچر کی کمی کی وجہ سے مختلف مسلک کے سنہرے دام فریب میں ہمارے کم تعلیم یافتہ سنی بھائی آجاتے ہیں، گویا کسی بھی تحریک کا عروج لٹریچر پر ہے۔ لہذا ہماری انجمنوں اور اداروں کو اس سمت سرعت سے قدم اٹھانا چاہیئے تاکہ دور دراز کے دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں سلیس انداز میں بنیادی لٹریچر مفت تقسیم کیا جاسکے اور رضا سوسائٹی کا خاص مقصد بھی یہی ہے۔ ہمیں ایسے بہت سے خطوط موصول ہوئے جس سے اہلسنت کی زبوں حالی واضح ہوتی ہے۔ جہاں پڑھ کر افسوس ہوتا ہے وہیں پر کام کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے مگر مالی دشواری کے سبب جذبہ معدوم ہو جاتا ہے۔ پھر بھی

جذبۂ شوق سلامت ہے تو انشاءاللہ
اپنی منزل پر پہونچ جائیں گے اک دن ہم بھی

● اللہ بخش مکاندار رضوی۔ ہبلی۔ کرناٹک

اس بار "افکار رضا" اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ اداریہ۔ اخبار رضا۔ اعترافات رضا۔ امام احمد رضا کی عالمی اہمیت۔ حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری وغیرہ تمام ہی مضامین پسند آئے۔ انتہائی جامع مضامین کا گلدستہ آپ نے پیش کیا۔ اداریہ بالخصوص میرے دل کو چھو گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کی روشنی میں اختلاف امت کا جو آپ نے تجزیہ کیا ہے، بہت خوب ہے اور اہل سنت کی زبوں حالی، باطل فرقوں کی اتھل پتھل اور ان کی خوش حالی اور ان کو جو بنیادی آسائشیں میسر ہیں اس پر آپ نے جو معروضات پیش کئے ہیں۔ ہم سب کیلئے دعوت فکر دیتے ہیں۔ چشم بینا رکھنے والوں کیلئے اس میں ایک درس ہے کہ مٹھی بھر نام نہاد فرقے جو اپنی حق پرستی کا ڈھنڈورہ عالمی پیمانے پر پیٹتے ہیں ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو کس ڈگر پر لے جانا چاہتی ہیں اور اہل سنت کی زبوں حالی کی وجہ کیا ہے، کیوں وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ اداریہ لکھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری
(ایک خصوصی مطالعہ)

ڈاکٹر سراج احمد بستوی۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
"اردو ترجمان" محکمۂ پولیس اتر پردیش۔ بھارت

جناب طاہر لاہوری کو میں نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے مجھے دیکھا ہے مگر اس کے باوجود وہ مجھے جانتے ہیں اور میں انہیں جانتا ہوں۔ اس شناسائی کیلئے میں محترم حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضا لاہور کا بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے ہم دونوں کے درمیان باہمی ارتباط کی راہ ہموار کی۔

جناب طاہر لاہوری سے تعارف کی داستان اس طرح ہے۔ جس وقت میں "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری"، پر کانپور یونیورسٹی کانپور بھارت سے پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے ایک کتاب "آئینہ رضویات" حصہ اول کی ضرورت پڑی اس کے لئے میں نے برادر محترم حضرت علامہ عبدالستار طاہر لاہوری کو ایک خط لکھا انہوں نے کتاب مذکورہ کے ساتھ اور بہت سی کتابیں ارسال کیں۔ جس کے لئے میں آج بھی انکا شکر گزار ہوں۔ نیز انہوں نے جو مجھے خط لکھا اس میں نعتیہ شاعری کی ارتقاء اور اس عظیم فن پر ہونے والے تحقیقی و تنقیدی کام کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا کہ ابھی حال ہی میں گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور سے نکلنے والے مجلہ "اوج" نے نعت نمبر کی دو ضخیم جلدیں شائع کی ہیں۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد میں مجلہ مذکور کے نعت نمبر کے لئے تڑپ اٹھا کہاں مل جائے ایک نظر دیکھ لوں اس کے لئے میں نے فوری ایک خط گرامی قدر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو لکھا انہوں نے مجھے لکھا کہ آپ براہ راست مجلہ "اوج"، کے مدیر جناب ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی کو لکھیں وہ آپکو براہ راست بھیج سکتے ہیں۔ میں نے فوری ایک رجسٹری مجلہ مذکور کے مدیر کو ارسال کی مگر وہ کسی وجہ

جواب تک نہ ارسال کر سکے۔ اس کے بعد میں نے مذکورہ نعت نمبر کے لئے کرم فرما حضرت علامہ الحاج سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی و جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔ کراچی کو لکھا اس وقت سید صاحب حج و زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے لکھا کہ واپسی پر یہ نمبر آپ کو فراہم کروا دیا جائے گا۔ مذکورہ نمبر کے حوالے سے پروفیسر مجید اللہ قادری نے حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی کو ایک خط کے جواب میں لکھا کہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہ العالی ان دنوں حج پر تشریف لے گئے ہیں اس لئے راقم جواب عرض کر رہا ہے۔ خط آپ کا ۲۵ مارچ کو موصول ہوا آپ کی معذرت کہ اوج کا "نعت نمبر" حاصل نہیں ہو رہا ہے قبول کی۔ البتہ جب بھی مل جائے لے کر رکھ لیجئے گا تاکہ ان کو (یعنی ڈاکٹر سراج احمد بستوی کو) بھجوا سکیں۔(۱)

اللہ اور اس کے رسول کے فضل و احسان سے جب مجھے ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی تو میں نے اس کی ایک عدد فوٹو کاپی کرم گستر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب کو ارسال کی۔ ان کے توسط سے ڈگری کی فوٹو کاپی اور اس کے ساتھ مرسلہ خط جناب طاہر لاہوری صاحب کو ملا جس کو پڑھنے کے بعد جناب طاہر لاہوری نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور اس کے صلہ میں اپنے ذاتی ''اوج'' کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں بطور تحفہ ارسال کر دیں مذکورہ نعت نمبر کے ساتھ انہوں نے اپنا نعتیہ مجموعہ "جمال کون و مکاں" اور نظموں کا مجموعہ "زبور حسن" بھی ارسال کیا جس کے لئے میں آج بھی تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔

جناب طاہر لاہوری کے نعتیہ افکار و خیالات پر خامہ فرسائی کرنے سے پہلے ہی مجھے اس پاک سرزمین کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہے جہاں فارسی کے عظیم نعت گو شاعر جان محمد قدسی محوِ خواب ہیں۔ جس کے مشہور زمانہ نعت۔ ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کی طرز و آہنگ پر اب تک ہزاروں سے زائد نظمیں اور نعتیں قلم بند کی جا چکی ہیں۔

اس کے باوجود اس کی اثر آفرینی میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ جناب عمران نقوی صاحب نعت کے حوالے سے سرزمین لاہور کی عظمت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ لاہور کی سرزمین کی کشش تھی کہ فارسی کا نامور نعت گو جان محمد قدسی شہر چھوڑ کر لاہور جا بسا اور پھر یہیں ہمیشہ کی نیند کے مزے لے رہا ہے اس کی مشہور نعت کسے یاد نہیں۔ (۲)

نعت دراصل ایک عظیم فن ہے جس کی عظمت کے تار و پود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم رشتہ ہیں۔ اس کی وسعت و تنوع کا یہ عالم ہے کہ روز ازل سے ہی محبوب رب العلمین کی مدح سرائی، نعت خوانی ہو رہی ہے مگر ہر عاشق رسول سیرابی کے بجائے تشنگی کی بات کرتا ہے۔ جب کہ نعت گوئی بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور اس کو سر کرنا مشکل ترین مگر اس کے باوجود نعتیں لکھی جا رہی ہیں، پڑھی جا رہی ہیں اور وافر مقدار میں لکھی پڑھی جا رہی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نعت نگار کو اس فن کی مشکلات سے زیادہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر اعتماد ہوتا ہے۔ جو سراپا رحمت ہیں۔ اور پھر اپنے مداح، نعت خواں کیلئے کس درجہ کرم فرما ہوں گے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ بقول طاہر لاہوری

عجب ہے سلسلۂ بارگاہِ لطف و کرم
کہ جس کا عقل و ذہانت نہ کر سکے اظہار (۳)

مری مجال کہاں مدحتِ حضور لکھوں
بہ شکل نعت اترتے ہیں ذہن پر الہام (۴)

ورنہ اگر نعت نگاری کے وقت خدشات ہی خدشات ہوں تو اس عظیم صنفِ سخن کی رقمطرازی کیوں کر ممکن ہو۔ نعتیہ شعر و ادب کی تخلیق کے حوالے سے حضرت علامہ یوسف النبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنا چاہے اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کے حالات، واقعات، سیرت، معجزات اور ان کے فضائل کو جانے جو کتاب و سنت میں موجود ہیں تاکہ حسب استطاعت اپنے اشعار میں فصیح عبارت اور بدیع اسلوب میں روایت کر سکے۔" (۵)

جناب طاہر لاہوری کا مجموعۂ نعت "جمال کون و مکاں" میرے مطالعے سے گزر چکا ہے انہوں نے اپنے اس حسین نعتیہ گلدستے میں سیرت کے پہلو کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ جو ان کے وسعتِ مطالعہ اور تجربہ کاری کا منہ بولتا ثبوت ہے چنانچہ وہ اپنی پہلی نعت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل کے ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

نورِ صبحِ ازل

شب کے بے خانماں کارواں کی طرح
تشنگی میں سسکتی رہی زندگی

آہ و فریاد کا دل دھڑکتا رہا
بے حسی کا جہنم دہکتا رہا

سوچ بے نور ذہنوں میں پلتی رہی
زندگی ظلم گاہوں میں جلتی رہی

اک صدا ظلمتوں سے ابھرتی رہی
الاماں ، الاماں، الاماں "

نورِ صبحِ ازل

بیکراں ظلمتوں کے جگر چیر کر
نور کی ایک کرن چھا گئی دہر پر

ظلمتوں کی فضا جگمگانے لگی
صبح تقدیس کے گیت گانے لگی

صبح پاکیزگی، پھٹ گئی تیرگی، جاگ اٹھی زندگی
بزمِ توحید میں ایک صدا جاگ اٹھی

جب سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدانِ گیتی پر تشریف لے آئے تو اس وقت کے ماحول کی منظر کشی یوں کرتے ہیں۔

علم کے نور کا اک سمندر اٹھا
سوئے غارِ حرا اک مقدس صدا

آسماں تا زمیں رحمتوں کے ستارے بکھرے گئے
کرۂ ارض کے ذرے ذرے کے سینے میں ڈالی گئی
حسن پاکیزگی کے حسیں ولولے جگمگانے لگے
عظمت حسن کون و مکاں
اک مقدس بشر میں سموئی گئی
موج در موج رحمت اچھالی گئی
آدمیت محبت میں ڈھالی گئی

اور پھر پوری نعت کا خلاصہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

شہر مکہ کے بازار میں گونج اٹھی
شہر الفت کے گلیوں سے اٹھنے لگی

ایک آوازِ صلِ علیٰ ہر طرف پھیلتی ہی گئی
سرورِ انبیاء آ گئے رحمت اللعلمیں آ گئے

احمد مجتبیٰ، سید مصطفےٰ، سرورِ مرسلین
اک محبت کا سورج لئے آ گئے

نورِ صبحِ ازل نورِ صبحِ ازل

جناب طاہرؔ لاہوری اپنی نعت نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الفاظ کے سینے میرے اشکوں سے دھلے ہیں
تب نعت کے انوار خیالوں میں رچے ہیں
ان سے مری ہستی کی سیہ رات ہے روشن
جو دیپ مرے دل میں عقیدت کے جلے ہیں

اور جناب طاہرؔ لاہوری کے اس شعر میں تو ایک عجیب و غریب لطافت جلوہ فرما ہے۔ جتنی بار پڑھئے یک دیگہ گوں کیف و سرور محسوس ہوتا ہے۔

درِ حضور پہ سجدوں میں بے خودی کا سرور
میں اِس خطا سے بھی گزرا ہوں قدسیوں کی طرح

نعت کے میدان میں جناب طاہرؔ لاہوری کی فکری تگ و تاز مختلف رنگ و بو میں سماعت فرمائیں۔

جو نورِ صلِّ علیٰ کی صدا سے پھوٹتا ہے
وہ نور دل پہ برستا ہے رحمتوں کی طرح

اسی اجالے سے انسانیت ہوئی سیراب
حرا کی غار میں پھر روشن ہوئی تھی جو قندیل

جو قدسیوں کی فراست میں ایک راز رہا
ترے غلام سمجھتے ہیں وہ مقامِ حیات

وجود کون و مکاں تیری ذات کا مظہر
فرازِ حسنِ جہاں تیرے نقش پا کی فریاد

تو اپنی ذات کی حد میں بھی لامکاں سا ہے
گدا ہیں در پہ تیرے صاحب جلال و جمال

وہی ہے عظمت انساں کی آخری منزل
ہے جس کے دم سے دبستان زندگی روشن

خیال کی پاکیزگی دیکھیں۔

دکھاؤ فرد مدینے کے خاک روبوں کی
کہ شاید ان میں ہی لکھا ہو مجھ غریب کا نام

جو موج موج کے سینے میں ہوک اٹھتی ہے
سمندروں نے بھی سمجھا ہے آپ کا پیغام

جو اک رحمت کا بحر بیکراں ہے
محمد مصطفےٰ کا آستاں ہے

اک نور کا دریا ہے جو بہتا ہے ازل سے
ہر موج کے سینے میں جنوں خیز سحر ہے

قرآن کا حرف حرف محمد کی زندگی
وہ زندگی ہے علم الٰہی کی اک لغات

امت مسلمہ کی زبوں حالی، گناہوں پر دوام و استمرار اور اس پر ڈھٹائی کا منظر دیکھیں۔

ہوا ایسی چلی ہے اب کے انسانوں کی بستی میں
گناہوں پر نہیں کوئی پشیماں یارسول اللہ

غرق طوفاں مصائب ہیں پریشاں کم ہیں
ہم خطاکار زیادہ ہیں پشیماں کم ہیں
نام اسلام کا لیتے ہیں مسلماں کم ہیں

یانبی اب دل مسلم میں صداقت کم ہے
روح قرآں، غم ایماں کی حرارت کم ہے

جناب طاہر لاہوری کی شاعری معریٰ، آزاد نعتیہ شاعری پر مبنی ہے ان کے یہاں حبِ رسول کی جلوہ باریاں ہر شعر میں ایک نئے انداز ایک نئے کیف و سرور کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کے نعتیہ اشعار وظیفہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ نعت نگاری کرتے ہیں۔ دیارِ رسول کی آبلہ پائی میں ان کو بڑا مزہ آتا ہے خلوص و محبت کے ساتھ نعت نگاری ان کا وطیرہ ہے۔ جب وہ نعت لکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رسولِ اکرم کی بارگاہ میں سراپا حاضر ہیں۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

مری مجال کہاں مدحتِ حضور لکھوں
بشکلِ نعت اترتے ہیں ذہن پر الہام

چند اشعار اور دیکھیں۔

جہاں جہاں مرے آقا کا نام روشن ہے
وہیں وہیں پہ برستی ہے نور کی برسات

میں اہل بھی کہ لاؤں لبوں پہ نام تیرا
مرے وجود سے اٹھتا ہے رات دن یہ سوال

نہیں ہیں یہ تری مدحت کی شان کے شایاں
شعور و شعر کی وسعت مرے حقیر خیال

اور اپنی اس تحریر کو جناب طاہر لاہوری کے اس شعر پر سمیٹ رہا ہوں۔

گدائے آقائے طیبہ ہوں اس لئے لوگو!
مراد ماغ ہے روشن سکندروں کی طرح

کتابیات:

(۱) ماہنامہ جہانِ رضا لاہور۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ماہ مئی ۱۹۹۶ء صہ ۷
(۲) اوجِ نعت نمبر ج ا۔ شاہدرہ کالج لاہور صہ ۲۴۰
(۳) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صہ ۵۸
(۴) جمالِ کون و مکاں۔ طاہر لاہوری مطبوعہ لاہور صہ ۷۵
(۵) اوجِ نعت نمبر ج ا شاہدرہ کالج لاہور صہ ۱۶۹

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماءِ اہلِ سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی